ہم ماتم

کیوں کرتے ہیں؟

مجیب عبدالکریم مشتاق

ہم ماتم

کیوں کرتے ہیں؟

مجیب عبدالکریم مشتاق

ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟

بجواب

"ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟"

مجیب

عبدالکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران وتاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

قدم گاہ مولا علی حیدرآباد

فون نمبر 785626

(جملہ حقوق ترجمہ و طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟
بجواب کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟
مجیب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبدالکریم مشتاق
پیشکش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکبر ابن حسن
کتابت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اختر علی اختر
پرنٹر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نفیس اکیڈمی آفسیٹ پرنٹرز
قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شائع کردہ

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب
بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

5-3-2003

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	پیش لفظ	۱۵
۲۔	شکوہ (نظم)	۱۸
۳۔	ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟	۱۹
۴۔	مروجہ ماتم	۲۰
۵۔	دلیل ۱	۲۱
۶۔	قاضی صاحب کا جواب	۲۲
۷۔	جواب الجواب دلیل ۱	۲۳
۸۔	مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تفسیری حاشیہ	۲۵
۹۔	"عبر" کے معنی اہلسنت حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی زبانی	۲۵
۱۰۔	مولوی شبیر احمد عثمانی کی تفسیر	۲۶
۱۱۔	لفظ "حزن" کی تشریح	۲۶
۱۲۔	دلیل ۲	۲۷
۱۳۔	عزادار اُمت	۲۸
۱۴۔	یادگار غم	۲۸
۱۵۔	شہداء کی ہر سال یاد منانا سنت رسول بھی ہے اور طریقہ اصحاب ثلاثہ بھی ہے۔	۲۹
۱۶۔	اے حسین یا وا حسین	۳۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۷	خبرِ شہادت پر مسرور ہونا چاہیئے یا مغموم؟	۳۳
۱۸	اندھا کیا جانے بہشت کی بہار!	۳۴
۱۹	دلیل ۲	۳۵
۲۰	قاضی مظہر صاحب کا جواب	۳۶
۲۱	ہمارا جواب ۲	۳۶
۲۲	گریۂ انبیاءؑ	۳۷
۲۳	دلیل ۳	۳۸
۲۴	الجواب القاضی	۳۸
۲۵	جواب الاحقر	۳۹
۲۶	زمین و آسمان ہمارے ہم مذہب ہیں۔	۴۰
۲۷	امام حسنؑ اور دیگر شہداء کی مجالس عزا۔	۴۰
۲۸	دلیل ۴	۴۰
۲۹	قاضی صاحب کا جواب	۴۱
۳۰	واپسی جواب	۴۱
۳۱	آدمؑ و حواؑ کی طویل المدت نوحہ خوانی	۴۲
۳۲	ماتم سنتِ آدمؑ ہے۔	۴۲
۳۳	سیاہ پوشی	۴۲
۳۴	دلیل ۵	۴۳
۳۵	دلیل ۶	۴۳
۳۶	دلیل ۷	۴۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۷	جواب قاضی	۴۴
۳۸	خاکسار کا جواب	۴۴
۳۹	مرگِ پدر ماتم سے چند	۴۴
۴۰	آسمانی کتب	۴۵
۴۱	توریت و انجیل کی پیروی	۴۵
۴۲	الہامی کتب سابقہ میں ایام عزا منانے کا ابدی حکم	۴۶
۴۳	دلیل ۸	۴۹
۴۴	قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب	۴۹
۴۵	جوابِ من	۴۹
۴۶	دلیل ۹	۵۰
۴۷	جواب دلیل از قاضی مظہر حسین	۵۰
۴۸	حسبِ ما جواب	۵۱
۴۹	دلیل ۱۰	۵۳
۵۰	جرح قاضی	۵۴
۵۱	ہمارا جوابی تبصرہ	۵۴
۵۲	علمی خیانت کا ثبوت	۵۷
۵۳	بالفرض محال	۵۸
۵۴	عزاداری پر رسول اکرمؐ کا اظہارِ تشکر	۵۸
۵۵	دلیل ۱۱	۵۹
۵۶	جواب منجانب قاضی مظہر حسین صاحب	۵۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۷۔	ہماری گذارش	۶۰
۵۸۔	دلیل ۱۲	۶۱
۵۹۔	جواب از قاضی	۶۱
۶۰۔	جواب الکریم	۶۱
۶۱۔	دلیل ۱۳	۶۳
۶۲۔	قاضی صاحب کی جوابی عبارت	۶۳
۶۳۔	ہمارا جواب	۶۳
۶۴۔	دلیل ۱۴	۶۵
۶۵۔	قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب	۶۵
۶۶۔	جواب مشتاق	۶۶
۶۷۔	دلیل ۱۵	۶۸
۶۸۔	بیان قاضی جی	۶۸
۶۹۔	بیان راقم	۶۸
۷۰۔	دلیل ۱۶	۶۹
۷۱۔	قاضی مظہر حسین صاحب کا جوابی بیان	۶۹
۷۲۔	مستدرک کا بیان	۶۹
۷۳۔	دلیل ۱۷	۷۱
۷۴۔	الجواب	۷۱
۷۵۔	جوابی التماس	۷۱
۷۶۔	دلیل ۱۸	۷۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۷۷۔	قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب آخر	۷۴
۷۸۔	ہماری معروضات	۷۴
۷۹۔	خلاصہ جوابات (قاضی)	۷۷
۸۰۔	جوابی تبصرہ	۷۷
۸۱۔	مروجہ ماتم کا جائز اور حرام ہونے کے دلائل از قاضی مظہر حسین صاحب	۷۹
۸۲۔	جوابی دلائل	۷۹
۸۳۔	دلیل چہارم	۸۲
۸۴۔	جواب	۸۳
۸۵۔	دلیل پنجم	۸۴
۸۶۔	جواب	۸۴
۸۷۔	جزع کی تعریف (دلیل ششم)	۸۶
۸۸۔	جواب	۸۷
۸۹۔	دلیل ہفتم	۸۹
۹۰۔	جواب	۸۹
۹۱۔	دلیل ہشتم	۸۹
۹۲۔	جواب	۹۰
۹۳۔	دلیل نہم	۹۰
۹۴۔	جواب	۹۱
۹۵۔	دلیل دہم	۹۲
۹۶۔	جواب	۹۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۷-	دلیل یازدہم	۹۴
۹۸-	جواب	۹۴
۹۹-	دلیل دوازدہم (امام حسینؑ کی آخری وصیت)	۹۶
۱۰۰-	جواب	۹۶
۱۰۱-	دلیل سیزدہم	۹۹
۱۰۲-	جواب	۹۹
۱۰۳-	دلیل چہاردہم	۱۰۲
۱۰۴-	جواب	۱۰۲
۱۰۵-	دلیل پانزدہم	۱۰۳
۱۰۶-	جواب	۱۰۳
۱۰۷-	دلیل شانزدہم	۱۰۵
۱۰۸-	جواب	۱۰۶
۱۰۹-	دلیل ہفتدہم	۱۰۶
۱۱۰-	جواب	۱۰۶
۱۱۱-	دلیل ہشتدہم	۱۰۷
۱۱۲-	جواب	۱۰۷
۱۱۳-	ایک تنو اثبات عزاداری	۱۱۰
۱۱۴-	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا مقبرہ	۱۱۰
۱۱۵-	شبیہیں اور جلوس	۱۱۰
۱۱۶-	خونِ مسیحؑ کی زیارت	۱۱۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۷-	ماتم وفات پر جلوس	۱۱۲
۱۱۸-	گوتم بدھ کا دانت	۱۱۳
۱۱۹-	تابوت، تعزیہ، صندوق	۱۱۳
۱۲۰-	ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر سیاہ پوشی	۱۱۳
۱۲۱-	ثبوت ۱ - حضرت آدم علیہ السلام کا امام حسینؑ کی عزاداری کرنا۔	۱۱۷
۱۲۲-	ثبوت ۲ - ذکرِ شہادتِ حسینؑ، ذاکر جبرئیلؑ، عزادار حضرت نوحؑ اور کشتی نوحؑ کا خون رونا	۱۱۸
۱۲۳-	ثبوت ۳ - ذکرِ شہادتِ حسینؑ کا ذاکر خود خدا، سرگرمی رسانی کا کاتبؑ، عزادار خلیل خدا	۱۱۹
۱۲۴-	حضرت ابراہیمؑ کی عزاداری۔	۱۱۹
۱۲۵-	ثبوت ۴ - غمِ حسینؑ میں حضرت موسیٰؑ کا خون بہنا	۱۲۱
۱۲۶-	ثبوت ۵ - شہادت امام حسینؑ پر خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ کی عزاداری	۱۲۲
۱۲۷-	ثبوت ۶ - محبتِ حسینؑ میں اشک بہانا تو کجا رسولؐ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا۔	۱۲۴
۱۲۸-	ثبوت ۷ - غمِ حسینؑ میں امیر المومنین حضرت علیؑ اور روح اللہ جناب عیسیٰؑ کی سوگواری۔	۱۲۵
۱۲۹-	ثبوت ۸ - سبطِ اکبر امام حسنؑ اور صحابۂ حسینؑ پر تمام مخلوقات کی عزاداری	۱۲۸
۱۳۰-	ثبوت ۹ - عزادارِ حسینؑ سے امام حسینؑ کا وعدۂ جنت	۱۲۹
۱۳۱-	ثبوت ۱۰ - امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کے ارشادات کہ مومن عزادار قیامت کے دن کی سختی اور دوزخ کی عقوبت سے محفوظ ہوگا۔	۱۳۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۳۲	ثبوت ۱۲ - ذکرِ مصائبِ اہلبیتؑ کل عیبوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا فرمان	۱۳۰
۱۳۳	ثبوت ۱۳ - ماتم میں شرکت حقوقِ اخوان میں سے ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد	۱۳۱
۱۳۴	ثبوت ۱۴ - امام حسینؑ کے لئے ماتم کی عام اجازت اور معصومؑ کا حکم	۱۳۲
۱۳۵	ثبوت ۱۵ - گریہ اور رضا کا حکم	۱۳۲
۱۳۵	ثبوت ۱۵ شہادت حسینؑ پر ہاتفِ غیبی کی مرثیہ خوانی اور جنات کی نوحہ خوانی	۱۳۳
۱۳۶	ثبوت ۱۶ - غمناک قدرتی آثار کے ذریعے عزاداری یادِ شہادتِ حسینؑ کو دائمی طور پر جاری رکھنا مقصود ہے۔	۱۳۳
۱۳۷	ثبوت ۱۷ - ابوالبشر حضرت آدمؑ کا خطاب ہابیلؑ کے لئے مرثیہ کہنا اور اپنی آئندہ نسلوں میں اس کا ذکر جاری کرنے کی وصیت فرمانا	۱۳۴
۱۳۸	ثبوت ۱۸ - حضرت ابراہیمؑ کا بی بی سارہؑ کے لئے ماتم کرنا۔	۱۳۵
۱۳۹	ثبوت ۱۹ - توریت میں ماتم اور نوحہ خوانی کا خدائی حکم۔	۱۳۵
۱۴۰	ثبوت ۲۰ - الہامی نوحہ	۱۳۵
۱۴۱	ثبوت ۲۱ - مغموم اور ماتمیوں کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت	۱۳۶
۱۴۲	ثبوت ۲۲ - رونے والے مبارک ہیں!	۱۳۶
۱۴۳	ثبوت ۲۳ - واویلا کا جواز	۱۳۶
۱۴۴	ثبوت ۲۴ - بوقتِ مصیبت عزاداری صبر کے منافی نہیں	۱۳۷
۱۴۵	ثبوت ۲۵ - حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت پر رسولِ اکرمؐ کی گریہ زاری	۱۳۷
۱۴۶	ثبوت ۲۶ حضرت عائشہؓ کی حضرت ابوبکر پر نوحہ خوانی	۱۳۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۴۷	ثبوت ۲۷ - بیت الشبیہ بیت المعمور ہے۔	۱۳۹
۱۴۸	ثبوت ۲۸ شبیہ و تعزیہ بنانے کی اجازت	۱۳۹
۱۴۹	ثبوت ۲۹ معصومؑ کی ماتم کے لئے وصیت	۱۴۰
۱۵۰	ثبوت ۳۰ امام باقرؑ کی ندبہ کے لئے وصیت	۱۴۰
۱۵۱	ثبوت ۳۱ اہلِ ماتم کو طعام نیاز کھلانا جائز ہے۔	۱۴۰
۱۵۲	ثبوت ۳۲ - رسالتمآبؐ کا سیاہ لباس پہننا۔	۱۴۱
۱۵۳	ثبوت ۳۳ - امین الوحی حضرت جبرئیلؑ کا سیاہ پوشش پہننا	۱۴۱
۱۵۴	ثبوت ۳۴ - حضرت عمرؓ بن خطاب کالے لباس میں	۱۴۱
۱۵۵	ثبوت ۳۵ - حضرت عثمانؓ کے غم میں سیاہ پوشی	۱۴۲
۱۵۶	ثبوت ۳۶ - کالی کملی والےؐ کی کالی پگڑی	۱۴۲
۱۵۷	ثبوت ۳۷ - وفاتِ عمرؓ پر جنات کی مرثیہ خوانی، سیاہ پوشی اور ماتم	۱۴۲
۱۵۸	ثبوت ۳۸ سبطِ اکبر امام حسنؑ کی سیاہ پوشی	۱۴۳
۱۵۹	ثبوت ۳۹ ابوہریرہ کا ماتم	۱۴۳
۱۶۰	ثبوت ۴۰ حضرت عمرؓ کا سر پیٹنا اور بین کرنا۔	۱۴۳
۱۶۱	ثبوت ۴۱ حضرت عثمانؓ کے غم میں ماتم	۱۴۴
۱۶۲	ثبوت ۴۲ اصحابِ رسولؐ کا ران پیٹنا	۱۴۴
۱۶۳	ثبوت ۴۳ حضرت حیدر کرارؑ کا ران پیٹنا	۱۴۴
۱۶۴	ثبوت ۴۴ رسولِ مقبولؐ کا ماتم میں شرکت کی اجازت دینا	۱۴۵
۱۶۵	ثبوت ۴۵ حضرت آدمؑ کا پیٹ کر خون بہانا۔	۱۴۵

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۴۶	ثبوت ۷۶ ابن عباسؓ کا غم حسینؑ میں نابینا ہو جانا	۱۶۶۔
۱۴۷	ثبوت ۷۷ زندہ کا غم منانے کا اجر و ثواب	۱۶۷۔
۱۴۷	ثبوت ۷۸ حضرت یعقوبؑ کا غم فرزند میں کمر خمیدہ ہونا	۱۶۸۔
۱۴۷	ثبوت ۷۹ امام زین العابدینؑ کی عزاداری داتا گنج بخش کی زبانی	۱۶۹۔
۱۴۸	ثبوت ۸۰ امام ابو حنیفہ کے استاد امام احمد حنبل کی عزاداری	۱۷۰۔
۱۴۸	ثبوت ۸۱ محمدؐ ہمارا خود ہی رو دئے !	۱۷۱۔
۱۴۹	ثبوت ۸۲ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بلند آواز سے رونا۔	۱۷۲۔
۱۴۹	ثبوت ۸۳ اسیروں کے لئے رونا سنت نبوی اور سیرت شیخین ہے۔	۱۷۳۔
۱۵۰	ثبوت ۸۴ حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو تصاویر دکھانا۔	۱۷۴۔
۱۵۰	ثبوت ۸۵ امیر المومنین علیؑ اور ام المومنین عائشہؓ کا محمد بن ابوبکر پر جزع کرنا	۱۷۵۔
۱۵۱	ثبوت ۸۶ زیارت علم مبارک اور اصحاب رسولؐ کی گریہ زاری	۱۷۶۔
۱۵۱	ثبوت ۸۷ علم کو احتراماً چومنا اور زیارت کو مس کرنا۔	۱۷۷۔
۱۵۲	ثبوت ۸۸ تعزیہ دار مستحق شفاعت شفیع المذنبینؐ ہے	۱۷۸۔
۱۵۳	ثبوت ۸۹ بزرگ و بدخواہ عزادار کو رسولؐ کی ڈانٹ	۱۷۹۔
۱۵۴	ثبوت ۹۰ سید الساجدینؑ کا مجلس عزا بپا کرنا۔ ذاکری فرمانا اور گریبان چاک کرنا۔	۱۸۰۔
۱۵۵	ثبوت ۹۱ صوفی بزرگ شاہ حسن میاں پھلواری حنفی قادری کا عزاداری کے لئے مشورہ	۱۸۱۔
۱۵۵	ثبوت ۹۲ بابا فرید شکر گنجؒ کی عزاداری	۱۸۲۔

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۵۶	ثبوت ۹۳ تعزیہ داری واجب ہے منیری "ماتم داری کی تعریف بزبانی حبیب ملیحؒ"	۱۸۳۔
۱۵۶	ثبوت ۹۴ سادات کا طریقہ سلطان اشرف سمنانی کی زبانی	۱۸۴۔
۱۵۶	ثبوت ۹۵ شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈویؒ اور عزاداری حسینؑ	۱۸۵۔
۱۵۷	ثبوت ۹۶ بندہ نواز گیسو درازؒ کی عزاداری	۱۸۶۔
۱۵۷	ثبوت ۹۷ تابعی حسن بصری کا سوگوار رہنا۔	۱۸۷۔
۱۵۸	ثبوت ۹۸ غم شبیرؑ کے بغیر قبر تک چین نہیں۔ !	۱۸۸۔
۱۵۸	ثبوت ۹۹ امام شافعیؒ کی مرثیہ خوانی	۱۸۹۔
۱۵۸	ثبوت ۱۰۰ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ	۱۹۰۔
۱۶۰	ثبوت ۱۰۱ تبرکات و زیارات شعائر اللہ میں داخل ہیں	۱۹۱۔
۱۶۰	ثبوت ۱۰۲ عزاداری شعار اسلام سے ہے۔	۱۹۲۔
۱۶۱	ثبوت ۱۰۳ شاہ فیصل کی عزاداری۔	۱۹۳۔
۱۶۲	ثبوت ۱۰۴ رسومات عزاداری باعث رحمت ہیں۔	۱۹۴۔
۱۶۲	ثبوت ۱۰۵ گریہ میں اجر رحمت ہے	۱۹۵۔
۱۶۳	ثبوت ۱۰۶ رنج و غصہ کی حالت میں چہرے کا سرخ ہونا۔	۱۹۶۔
۱۶۳	ثبوت ۱۰۷ شہادت حسینؑ پر اظہار غم بصورت شفق	۱۹۷۔
۱۶۴	ثبوت ۱۰۸ نبی کا اظہار غم و صدمہ کے وقت خون بہانا۔	۱۹۸۔
۱۶۴	ثبوت ۱۰۹ زنجیر زنی ماتم کی حکمتی دلیل	۱۹۹۔
۱۶۵	ثبوت ۱۱۰ عالم حال میں خون پر اثرات	۲۰۰۔
۱۶۵	ثبوت ۱۱۱ خون نکالنا بعض امراض کا شافی علاج ہے۔	۲۰۱۔

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۶۵	ثبوت ۱۸۲ مسلکِ شریعت عاقل رہا ہوش ہے	۲۰۲
۱۶۶	ثبوت ۱۸۳ یومِ پیدائش منانا۔	۲۰۳
۱۶۷	ثبوت ۱۸۴ اظہارِ تعزیت باہمی اخوت و محبت کا سبب ہے۔	۲۰۴
۱۶۷	ثبوت ۱۸۵ ایک بزرگ کی نصیحت	۲۰۵
۱۶۸	ثبوت ۱۸۶ حضرت داؤدؑ کا غمِ پسر میں ہر روز ماتم کرنا	۲۰۶
۱۶۸	ثبوت ۱۸۷ حضرت داؤدؑ کا ماتم برپا کرنے کا حکم دینا۔	۲۰۷
۱۶۸	ثبوت ۱۸۸ قرآن مجید میں عزاداری کو حرام قرار نہیں دیا گیا ہے۔	۲۰۸
۱۶۹	ثبوت ۱۸۹ مخالفت عزاداری میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔	۲۰۹
۱۶۹	ثبوت ۱۹۰ عزاداری تبلیغ حق کا موثر ذریعہ ہے۔	۲۱۰
۱۷۰	ثبوت ۱۹۱ اگر عزاداری نہ ہوتی تو یزید نبی بن چکا ہوتا۔!	۲۱۱
۱۷۰	ثبوت ۱۹۲ عزاداری کی مخالفت بجائے خود اسے حق ثابت کرتی ہے۔	۲۱۲
۱۷۱	ثبوت ۱۹۳ عزاداری اخلاق ساز ہے۔	۲۱۳
۱۷۱	ثبوت ۱۹۴ عزاداری یزیدیت اور حسینیت میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔	۲۱۴
۱۷۲	ثبوت ۱۹۵ حسینؑ کی عزاداری دراصل رسولؐ کی عزاداری ہے۔	۲۱۵
۱۷۲	ثبوت ۱۹۶ عزاداری سے رسولِ اکرمؐ راضی ہوتے ہیں۔	۲۱۶
۱۷۳	ثبوت ۱۹۷ عزاداری قانوناً اور شرعاً جائز ہے۔	۲۱۷
۱۷۳	ثبوت ۱۹۸ ایک غیر مسلم جج کا عزاداری کے متعلق فیصلہ	۲۱۸
۱۷۴	ثبوت ۱۹۹ جماعت منافقین ملاؤں رسومات عزاداری کے آگے ہتھیار ڈال چکی ہے	۲۱۹
۱۷۴	ثبوت ۲۰۰ رسول صادقؐ کا صدیقہ کبریٰ سے وعدہ۔ عزاداری یقینی ہے	۲۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ الطاہرین

دینِ اسلام کی قبولیت سے زندگی، پیغمبرِ اسلام کے اہلبیتؑ کی مودت سے زندگی کو تابندگی نصیب ہوتی ہے۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے اپنے قلب کو ان کے ذکر کے نور سے منور کر لیا ہے اور اسی روشنی میں زندگی کی منازل کو طے کرتا جاتا ہے۔

اسلام میں چار مہینوں کو حرمت والے مہینے اعتقاد کیا جاتا ہے (۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔ ان مہینوں میں زمانہ جاہلیت میں بھی کفارِ عرب آپس میں جنگ و جدال روک دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ان مہینوں میں لڑائی جھگڑا، فساد، قتل و غارت کو کبیرہ گناہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی یہ ایام امن ہیں۔ حتیٰ کہ غیروں سے بھی اس زمانہ میں جنگ منع ہے۔ چونکہ پاکستان کی اساس نظریۂ اسلام ہے اور نظامِ اسلام کے نفاذ کی کوششیں اب تیز ہو رہی ہیں لہٰذا تمام مسلمانانِ پاکستان کو چاہیے کہ ماہِ محرم میں خصوصاً امن و امان کا لحاظ رکھیں ایک دوسرے کے کام آئیں کسی کا دل نہ دکھائیں۔ مظلوموں کی یاد سے روح کو فرحت پہنچائیں۔ ایمان کو اخوت و محبت سے مستحکم کریں۔ اور خانوادۂ رسولؐ کی قربانیوں سے سبق سیکھیں اور آزمائش کی گھڑیوں میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا مصمم عہد کریں۔

نکھ کر ذکرِ حسینؑ کے خلاف اپنے بغض و عناد کا علانیہ مظاہرہ کیا۔ اس ناشائستہ اور محروسہ دلائل سے بھرپور کتابچہ کا دندان شکن جواب تو چکوال ہی سے انجمن حیدری بھون روڈ کی جانب سے آغا سید واصف حسین صاحب نقوی مدظلہ نے فلاح الکونین فی عزا الحسینؑ کی شکل میں دے کر شیعہ قوم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ سنہ ۱۹۷۳ء کے شائع شدہ یہ کتاب بقولِ علام تحریر لاجواب ہے اور قاضی صاحب نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں کی ہے۔ تاہم اپنی کتاب ہر سال شائع کرتے ہیں مگر جواب کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ مسکت و مدلل کتاب کی موجودگی میں دوسرا جواب لکھنا ضروری تو نہیں ہے مگر بعض ناقابلِ نظر انداز وجوہات کی بنا پر کتاب ہذا کی اشاعت ضروری سمجھی گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ سعی قابلِ قبول ہو گی۔

مصنف

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ملت کا اتحاد و اتفاق سخت ناگوار ہے۔ شروع میں ان لوگوں نے تمام مملکتِ اسلامیہ کی سرتوڑ مخالفت کی لیکن جب ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا تو اب استحکامِ وطن ان کے سینے پر سانپ بن کر لوٹتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس ملک کو کمزور بنائیں۔ چنانچہ وہ ہمہ تن اس موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ناپاک ارادوں میں کامیابی حاصل کریں۔ لیکن افرادِ ملت اب بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ مجبور ہیں لہٰذا بدخواہوں کے تمام حیلے اور شعبدے ناکام ہیں۔ حق نظر آ رہا ہے عزاداریٔ سید الشہداء علیہ السلام اسلامی اتحاد و اخوت کا ایک اہم جزو ہے۔ لیکن اتفاق و تنظیم کے دشمن محرم الحرام کے مہینے میں خدا کے حکم کے خلاف اس جزو اتحاد کے خلاف نئے اشکال کے فسادات و بدامنی کے اسباب پیدا کرتے رہتے ہیں حالانکہ مذہبِ جعفریہ کسی کو بھی شریکِ عزا ہونے کی دعوت دیتا ہے اور نہ ہی جاری عزاداری سے کسی غیر کو کوئی نقصان ہوتا ہے۔

شیعیانِ تلہ گنگ کی طرف سے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟" شائع ہوا جس میں مشہور جناب ذاکر غلام عباس (بی۔ اے) نے اٹھارہ دلیلیں تحریر کرکے بتایا کہ ہم شیعہ ماتم کیوں کرتے ہیں۔ اس پمفلٹ میں نہ کسی فرد پر تنقید کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا جملہ ہے جو کسی بھی مکتبِ فکر کے لئے باعثِ رنج یا خلافِ رواداری ہو۔ بلکہ ذاکر موصوف نے اپنے موقف کو انتہائی سلیقہ مندی و اختصار کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہے جو اُن کا اخلاقی و شہری ہی نہیں بلکہ دینی و شرعی حق تھا۔

قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہلِ سنت والجماعت چکوال جن کو شیعہ مذہب کے خلاف زہر اگلنے کی عادت پڑ چکی ہے معلوم نہیں کس وجہ سے ان چار ورقوں کو برداشت نہ کر سکے لہٰذا اڑتالیس صفحات میں ایک کتابچہ بنام "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے"

شکوہ

از قلم :- جناب مومن علی حیدری صاحب (جہلم)

شکوہ ہے مجھے اُن سے جو ماتم نہیں کرتے ٭ بیٹھے ہیں عجب چشم کو پُرنم نہیں کرتے
ممکن نہیں دل روتا ہو اور اشک نہ چھلکیں ٭ دعوٰئ محبت ہے تو کیوں غم نہیں کرتے
ہم کیسے چھپا لیں غمِ شبیرؑ ہے دل میں ٭ جو لوگ کہ تعظیمِ محرم نہیں کرتے
غم دل میں اگر ہوتا تو اظہار بھی ہوتا ٭ تم کیسے عزادار ہو ماتم نہیں کرتے
فطرت میں حسینؑ رونا ہے احباب کے غم میں ٭ افسوس کوئی ان آنکھوں کو نم وہ نہیں کرتے
جب دل پہ لگے چوٹ تو پھر ضبط کہاں ہو ٭ فریاد ستم دیدہ کبھی کم نہیں کرتے
احباب کی فرقت میں جب ہوتی ہے جدائی ٭ وہ اشک فشانی بھلا کیوں کم نہیں کرتے
پتھر کا کلیجہ کرو انسان کو بنا دو ٭ پھر کہنا کہ ہم زندوں پہ ماتم نہیں کرتے
کیا زندۂ جاوید نہ تھے حضرت حمزہؑ؟ ٭ کیوں ضبط کیا سرورِ عالم نہیں کرتے
کیوں فاطمہؑ نے باپ کے مرنے پہ بکا کی؟ ٭ وہ روئیں مگر آنکھ کو تم نم نہیں کرتے
ازواج نے کیوں دُرِ نبیؐ پہ کیا گریہ؟ ٭ ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے
ہابیل کے کیوں غم میں بکا کرتے تھے آدمؑ؟ ٭ خود اس پہ کبھی منظرِ پُرغم نہیں کرتے
قاروں پہ ملامت ہے یہ کیسی طعنہ زنی ہے ٭ بے عقلی پہ کیسے دین ہی ماتم نہیں کرتے
سر ضبط سے قربان کیے جاتے ہو آنسو ٭ گذرے جو مصائب مگر غم نہیں کرتے
مومن کی ہے نظم ان کو سناؤ کوئی جا کر ٭ جو زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟

اس لیے کہ :- ہم حساس دل ہیں سنگدل نہیں۔ مظلوم ہیں ظالم نہیں۔ مقتول ہیں قاتل نہیں۔ لٹے ہوئے ہیں لٹیرے نہیں۔ دوست ہیں دشمن نہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تعلیم کردہ حقیقی دینِ اسلام پر قائم ہیں۔ اور دل کل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت کی بدولت نعمت ایمانیہ سے سرفراز ہیں۔ مودۃ القربیٰ جیسی متاعِ عظیم سے مالامال ہیں۔ ہمارے اسلام و ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ہم محمد و آل محمد علیہم السلام کی خوشی سے خوش ہوں اور ان کی غمگساری کے ساتھ ہی ہمارا غم ہو۔ ان کے غم کو اپنے آلام پر ترجیح دیں۔ ہمارا ماتم کرنا اور عزاداری کی دیگر رسوم کو بجا لانا اسی بنیادی تقاضے کے ماتحت ہے کہ محبوب کی خوشی میں خوشی مناتے ہیں اور اس کے غم میں غم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ہم پرستش کرنے والے ہوتے اندھے گونگے بہرے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم نے اسلام کو عقلاً فطرت سے ہم آہنگ پایا ہے۔ ہمارا اسلام دینِ فطرت ہے۔ اور فطرت انسانیہ تو رہی، ایک طرف کائنات کی ہر شے (جاندار و بیجان ذی روح) عالم مصیبت میں غمگین دکھائی دیتی ہے۔ غم و اندوہ کے مواقع پر آسمان تو خون روتا ہے اور اشک روانی بھی ہوتی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہابیل کے خونِ ناحق میں بیت المقدس کے پتھر سے خون جاری ہوئے۔ آج بھی دمشق میں پتھر کی روتی ہوئی آنکھ موجود ہے۔ آدم کا فخر و فریاد تو باعث ہوا ہی ہے۔ لیکن ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پرندے بھی متفاوت سوگ میں رہ رہ کر شور کرتے ہیں۔ اور درختوں پہ ہمیں گلیاں و بازار

بھی منہ دکھائی دیتے ہیں۔ فضائل پر سناٹے طاری ہو جاتے ہیں اور یہ تمام امور
شدت و کیفیت غم کے مطابق رونما ہوتے ہیں۔ جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی
غم ہوتا ہے پس جس قدر غم ہوتا ہے اسی اعتبار سے اظہار غم بھی کرتے ہیں۔
یہ عشق حقیقی کے امتحانوں سے واقف ہیں اور ہمارے بزرگ ان امتحانوں کے
اعزازی اسناد کے ساتھ پاس کر چکے ہیں۔ ہم وہ لذت جانتے ہیں جو اپنے محبوب کے غم
نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا ماتم کرنے کا جو مزا آتا ہے وہ غیر و ناآشنا کے تصور میں بھی نہیں
آسکتا۔

کارخانۂ ہستی کے تمام معاملات اضافت و اعتبارات پر قائم ہیں۔ نسبت ہی
عزت و عظمت و محبت کے مراتب میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ لہٰذا ماتم حسینؑ جو عزاداری
کی اہم رسم ہے۔ اسے بجا مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک غم ہوتے
کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ اپنے نواسہ کی زندگی ہی میں محض خبرِ شہادت پر گریاں ہوئے
ہم ماتم اس لیے کرتے ہیں کہ تاقیامت حسینؑ اور ساتھیوں کی یاد و ذکر ہمیشہ ہی چلے
ہے ہیں۔ تذکرہ شہادت حسینؑ ہمیشہ ہو جائے مگر اللہ کا وعدہ ہے کہ ذکر ہمیشہ جاری رہے
البتہ ذریعہ تبلیغ ہے جو ظالم و مظلوم میں تمیز پیدا کرتا ہے مظلوم کے
ساتھ ہمدردی کے جذبات کو پیدا کرتا ہے اور ظالموں کے خلاف نفرت و حقارت
اضافہ کرتا ہے۔
یہی وجہ ہے ماتم کے مخالفین اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ ظلم جیسی حقیقت
ہم ماتم کیوں نہیں کرتے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں۔

مروجہ ماتم — مجالس عزا، جلوس، نوحہ، مرثیہ، ماتم، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کربلا کی خبر ہر سال ہی تو اسی طرح
[illegible] کیفیت ہوتی ہے۔

سینہ کوبی، پیٹنا، زبان سے ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ پکارتے ہوئے مصیبت سیہ کربلا
کرنا۔ زنجیروں اور چھریوں سے اپنے سینوں کو لہولہان کرنا (اور جوان زخموں کی تاب
نہ لا کر مر جائے اس کو شہید قرار دینا) تابوت، تعزیہ اور دلدل (ذوالجناح) کا جلوس
نکالنا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے مروجہ ماتم کو عبادت ماننے والوں پر یہ لازم تھا کہ قرآن شریف حدیث
شریف سیرۃ انبیاء اور سیرت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماتم کی مروجہ
شکل و صورت کو ثابت کرتے لیکن جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان سے تو یہ ماتم کسی طرح
بھی ثابت نہیں ہوتا پھر خدا جانے شاکر صاحب تعلیم یافتہ ہو کر اس بے بنیاد اور
انتہائی غیر موزوں مسائل کو کیونکر موزوں قرار دے رہے ہیں۔ ہر ایک مذکورہ دلیل کا
نمبروار جواب حسب ذیل ہے:

قاضی صاحب کے اس مطالبہ کو آئندہ صفحات میں پورا کر دیا جائے گا۔ پہلے
ہم ذاکر غلام عباس صاحب کے دلائل پر قاضی جی کا جو بھی تبصرہ نقل کر کے اپنے
معروضات پیش کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ١

اللہ تعالیٰ قرآن مجید پارہ ١٣ سورۂ یوسف ٨٤ میں فرماتا ہے

"اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا ہائے افسوس یوسف پر
اور غم و اندوہ کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔"
ثابت ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق
کے غم میں رو رو کر اپنی آنکھیں سفید کر دیں۔ حالانکہ آپ نبی تھے اور جانتے
تھے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں۔ اللہ نے اس عمل کو پسند فرمایا۔ دوسری
طرف حضرت یوسفؑ بھی اس بات کو جانتے تھے اور انہوں نے اپنی قمیص

روداری جس کو حضرت یعقوبؑ نے اپنے چہرہ مبارک پر ملا تو انہیں دوبارہ نظر حاصل ہو گئی۔

قاضی صاحب کا جواب

(ہم ماتم کیوں کرتے ہیں صفحہ ۲۲)

(۱) وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (القرآن)

"اور آپ کی آنکھیں حزن (غم) سے سفید ہو گئیں۔ پس وہ غم کو پی جانے والے تھے۔"

ماتمی حضرات فَهُوَ كَظِيمٌ کا ترجمہ اسی لئے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ کظیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں بہت صدمہ [illegible] لیکن صبر کی وجہ سے وہ اس کا اظہار نہ کر سکے اور یہی وہ صبر جمیل ہے جس کا مظاہرہ آپ نے اس وقت کیا تھا جب بھائیوں نے یہ جھوٹی خبر دی تھی کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔"

(۲) آیت میں نہ منہ پیٹنے کا تذکرہ ہے نہ سینہ کوبی اور ماتم کا بلکہ صرف حزن لفظ ہے جس کا معنی صرف غم و اندوہ ہے۔

(۳) حضرت یوسفؑ کے فراق کا صدمہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مسلسل رہا لیکن جب وہ فراق ختم ہوا اور آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تخت مصر پر ہونے کی بشارت ملی تو پھر آپ کا غم بھی جاتا رہا اور آنکھوں کی روشنی بھی واپس لوٹ آئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب تک کسی محبوب کی مصیبت باقی ہو اس کا صدمہ لاحق رہتا ہے لیکن صبر کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے تو یہ غیر [illegible] غم۔ مگر وہ کسی وسیلہ [illegible] اور جب وہ مصیبت ختم ہو جائے تو پھر غم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام اور آپ کے اعزہ و احباب پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ وقتی تھی شہادت کا رتبہ پانے کے بعد جب آپ کو جنت مل گئی تو وہ مصیبت ختم ہو گئی۔

اب شہدائے کربلا کی روحوں کو جب کہ بزبان قرآنی جنت کا رزق ملتا ہے اور وہ وہاں خوش ہیں تو اب رونے اور ماتم کرنے کا کیا موقع ہے۔ ہم تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں کہ جب تک آپ مصیبت میں مبتلا تھے اس وقت بھی صبر کیا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند مقام کی بشارت ملی تو پھر یہ غم بھی بالکل ختم ہو گیا۔ مصر کی حکومت سے جنت کا مقام تو اعلیٰ درجہ رکھتا ہے کیا ماتمیوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے اور وہاں خوشیاں منانے کا یقین نہیں ہے اور اب تک یہی سمجھتے ہیں کہ جنت میں بھی وہ مصیبت میں ہیں۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سلطنت ملنے کے بعد بھی کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی لمحہ اس سابق مصیبت کی یادگار میں ہر سال غم کی مجلس منعقد کی تھی؟

(۵) حضرت حسینؓ کے لئے سفر کربلا ایک بہت بڑا ایمانی امتحان تھا جس میں آپ اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوئے تو اب وہ واہ حسین امام کربلا کی شان کے مناسب ہے یا ہائے حسین ہائے حسین۔ جو امام عالی مقام کو پاس سمجھتا ہے وہ واہ واہ کرے اور جو نعوذ باللہ فیل سمجھتا ہے وہ ہائے ہائے کرتا رہے۔

"نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی"

(۶) پاکستان میں کتنے ماتمی ایسے ہیں جو امام حسینؓ کے غم میں روزے رکھتے ہیں؟

جواب الجواب دلیل نمبر ۱

۱۔ آغا سید واصف حسین صاحب نقوی نے "تذکرۃ الکونین فی عزاء الحسین" میں قاضی صاحب کو یہ عمدہ جواب دیا ہے اور میرا بھی جی چاہتا ہے کہ اسی کو دہراؤں (نقل)۔ آغا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ قاضی صاحب کی غلط فہمی ہے کہ فَهُوَ كَظِيمٌ کا ترجمہ ذاکر غلام عباس صاحب نے اسی لئے ترک کر دیا کہ اس سے ماتم

ذکر کرنا ثابت ہوتا ہے۔ بے شک لفظ کظیم کے معنی غم و غصہ کو ضبط کرنے والا ہیں مگر قرآن
مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب نے اس غم کو ضبط نہیں کیا تھا۔ وہ بیٹے پر
اور آنکھوں سے اس درد دل کا اظہار کرتے رہے۔ چنانچہ تاجی جی کے ہم مسلک مولوی
اشرف علی تھانوی فھو کظیم کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ یعقوب غم سے جی ہی جی میں
گھٹا کرتے تھے۔ یہ ترجمہ حقیقت پر مبنی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس کی تعریف
کرتا ہے۔ برادران یوسف کی اپنے باپ سے گفتگو کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

"خدا کی قسم معلوم ہوتا ہے کہ تم سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے
یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل ہی مر جاؤ گے"

(ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

قرآن مجید میں محفوظ یہ کلام ثابت کرتا ہے کہ حضرت یعقوب اس درجہ سوگوار تھے اور شدت غم دیکھ کر بیٹوں کو باپ کی ہلاکت کا خطرہ لاحق تھا۔ حضرت یعقوب کا حزن و ملال، سوگ و الم اس پر دال ہے کہ آپ کا یہ غم بطور ندبہ تھا اور بآواز بلند کیا جاتا ہے۔ یا اسفیٰ علی یوسف۔ ہائے افسوس یوسف پر!

جب بیٹوں نے باپ کی عزاداری پر اعتراض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے"

پس از روئے قرآن یہ ثابت ہے کہ حضرت یعقوب نے اس قدر گریہ و بکا کیا کہ روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور قریب ہلاکت ہو گئے۔ اب قابل غور امر ہے کہ اس شدت غم اور سوگواری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یعقوب کی اس عزاداری کو صبر جمیل کہا ہے۔ لہٰذا یہ خیال قرآن کے برخلاف ثابت ہوا کہ اظہار غم میں سوگوار ہونا یعنی عزاداری کرنا صبر کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رونے دھونے سے یعقوب کو بھی منع نہ کیا۔ لہٰذا تاجی صاحب کا یہ خیال قطعاً خلاف قرآن ہے۔ کظیم کے معنی اس شخص کے ہیں جو اپنے صدمہ کا اظہار نہ کرے بلکہ

اس کے معنی ضبط، برداشت کرنے کے ہیں جس سے عزاداری کا مفہوم متاثر نہیں ہوتا ہے۔

اس قصہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یعقوب کے غم کا باعث تھے وہ لوگ جو آپ کی عزاداری پر معترض ہوتے تھے لہٰذا غور فرمائیں اب عزاداری کے مخالفین کا شمار کس جماعت میں کیا جا سکتا ہے؟

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تفسیری حاشیہ

کسی مصیبت پر رونا اور مغموم و محزون ہونا صبر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ مقتضیات بشریت سے ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے۔ انہیں بے ہوش پا کر رو دیئے۔ حاضرین حضور کے رونے سے رو پڑے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اشک چشم و حزن قلب پہ عذاب نہیں کرتا لیکن شکایت و کلمات خلاف صبر کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔

(مترجم قرآن مجید مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور صفحہ ۳۹)

صبر کے معنی بل سنئے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی زبان سے

مولوی تھانوی سورۂ یوسف کی آیت ۸۶ کی تفسیر کے حاشیہ میں صبر کے معنی حضرت یعقوب کے نزدیک یوں لکھتے ہیں۔ جب آپ کے بیٹوں نے باپ کی عزاداری پر اعتراض کیا تو انہوں نے سمجھایا کہ

"یعنی تم کیا مجھ کو صبر سکھاؤ گے لیکن بے صبر وہ ہے جو خلق سے کے شکایت کرے خالق کی تو میں تو اس سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد تک پہنچ کر بس ہو"

(مترجم قرآن مجید مولوی تھانوی حوالہ مذکورہ)

مولوی شبیر احمد عثمانی کی تفسیر

جیسا کہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی اس واقعہ کی تفسیر میں حاشیہ لکھتے ہیں کہ "یاد کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ اور بے اختیار منہ سے نکلا یا اسفا علیٰ یوسف۔ ہائے افسوس یوسف پر!"

اب ایمان سے فیصلہ کیا جائے کہ جب مخالفین یادِ حسینؑ پر پابندی لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور ذکرِ حسینؑ کرنے پر اعتراض کرتے ہیں تو حسینؑ کے عزاداروں کا پرانا زخم ہرا ہوتا ہے یا نہیں۔ پس اگر ہم یا حسینؑ ہائے حسینؑ مظلوم حسینؑ کہہ کر اپنے غم کا اظہار کرتے ہیں تو یہ اتباعِ سنتِ یعقوبؑ ہے۔ اور ہماری مخالفت ہی براہِ راست سنت کی مخالفت ہے لہٰذا مخالفِ سنت کو اپنا حق جتلانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

لفظ "حزن" کی تشریح

وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ۔ میں لفظ "حزن" پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کے دامن میں ماتم کا ایک بحرِ بیکراں موجزن ہے جس میں آہ و فغاں، نالہ و فریاد، گریہ و ماتم سب کچھ ہے۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام کا حزن جسے آپ معمولی غم و اندوہ کہہ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔ مگر قرآن میں اس قدر غیر معمولی اور شدید تھا کہ اس غم میں پیغمبر کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اللہ کا نبی قریب مرگ ہو گیا۔ عزاداری کی یہی انتہائی کیفیت بیان کرنے کے بعد ماتم، سینہ زنی وغیرہ کا تذکرہ بلاغتِ کلام کے منافی ہو جاتا۔ کیونکہ جب کہا جائے کہ مہمان کو کھانا پیش کیا گیا اور مہمان نے سیر ہو کر کھایا۔ تو اس سے مطلب یہ ہوگا کہ کھانا دسترخوان پر پہنچایا گیا۔ خورد و نوش کے لوازمات سامنے رکھے گئے۔ پانی پیش کیا گیا۔ مہمان نے حسبِ دستور تناول کیا اور میزبانوں نے قواعد کے موافق اہتمام کیا۔

اس پوری بحث کی تمام اعلیٰ کیفیات نظر انداز کر کے صرف کھانا کھا لیا از خود یہ معنی پیدا کر دے گا تمام مطلوبہ معانی اس مرحلہ ہوتے کے بعد ایک مجموعہ افعال

ہی نا وجود میں آیا۔ پس جب خدا نے یعقوبؑ کے صدمے کی اتنی شدت بیان کی کہ ان کی ہلاکت کا خدشہ پیدا ہونے لگا تو پھر ماتم و سینہ کوبی جیسے کمتر افعال کے بیان کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ لہٰذا حضرت یعقوبؑ کی عزاداری کے مقابلہ میں ماتم کر لینا کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی برحق معصوم کا ایک فرزند کے غم میں ماتم کرنا ہمارے جواز کی دلیل ہے کہ آہ و فغاں اور رونا کرنا حضرت یعقوبؑ کی سنت ہے معصوم فعل ہیں۔

جامع مجدد قاضی صاحب نے خود ماتم کے مفہوم میں ہائے حسین پکارنے اور سینہ زنی و سیاہ پوشی وغیرہ کو مصادر میں ماتم عزاداری تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح قاضی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب کسی محبوب کی مصیبت باقی ہو اور اس کا صدمہ لاحق ہے لیکن صرف حالات کی حرکت ہو کرے تو یہ غیر اختیاری غم و اندوہ بھی ہے ونس۔"

لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ عزاداری حرام نہیں ہے اور چونکہ اہلبیت رسولؐ اس محبوب ہی اور ان پر مصیبت باقی ہے ان کی زندگی پر مصائب رہیں اور بعد میں لوگوں نے ان کے ماتم پر اور ذکر کرنے کو حرام قرار دے کر ان کو رنج و صدمہ پہنچایا جو ابھی تک جاری ہے لہٰذا بار بار اظہار و ماتم ہونا ہرگز گناہ میں شمار نہیں ہوتا یہ اللہ کی سنت اور حق بجانب ہے کہ قاضی جیسے کٹر مخالف عزاداری نے اعتراف جواز کو مسیر و تسلیم کر دیا۔

۳۔ وقتی صدمہ

بے شک شہدائے کربلا نے وقتی طور پر مصائب شہادت اور بعد میں جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے لیکن یہ خیال کہ ان کے مصائب پر سوگوار ہونا درست نہیں قطعاً باطل ہے۔ اس لحاظ کہ سنت رسالت مآبؐ یہ ہے کہ آپؐ اس سانحۂ کربلا کے وجود میں آنے سے قبل ہی عزادار رہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے باب مناقب اہلبیت میں ہے کہ

"ام الفضل زوجۂ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسولِ خداؐ کی خدمت میں امام حسینؑ کو گود میں لے کر حاضر ہوئی اور حسینؑ کو حضورؐ کی گود

میں دیا۔ میں نے آپؐ کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے عرض کیا حضورؐ یہ گریہ کیسا فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے خبر دی کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔

عزادارِ اُمت

اسی طرح مُلّا حسین واعظ کاشفی اپنی کتاب روضۃ الشہداء میں روایت لکھتے ہوئے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ۔

"امام مفضل کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا" اے فاطمہؑ! یہ حادثہ حسینؑ کے بچپن میں درپیش نہ ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا جبکہ نہ میں ہوں گا اور نہ تم ہوگی نہ علیؑ ہوں گے نہ حسنؑ۔ یہ سُن کر جناب سیدہؑ بے حد بے تاب ہو گئیں اور کہا اے میرے پسر اے بیکس فرزند جبکہ اس وقت تیرے جد و پدر و مادر و برادر نہ ہوں گے تو کون ہوگا جو اس وقت تیری مصیبت کی تعزیت بجا لائے گا۔ روایت ہے کہ ہاتف نے آواز دی حسینؑ کا ماتم مصیبت زدگانِ اُمت قیامت تک برپا رکھیں گے اور ہر سال جب وہ وقت آئے گا جس میں حسینؑ شہید ہوں گے تو وہ تعزیتِ حسینؑ کو تازہ کیا کریں گے اور تیری مصیبت کو یاد کیا کریں گے۔

اب صاحبانِ انصاف فیصلہ فرمائیں وہ اُمت کا کون سا گروہ ہے جو ہر سال تعزیتِ حسینؑ کو تازہ کرتا ہے۔ کیا یہ وہی ماتمی تو نہیں جو ہر سال مصیبت بجا لاتا ہے جس کی ہدایت کر کے آپ سیدۂ مظلومہؑ کی دلداری کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

پس امام حسینؑ کی دیر و زندگی میں ہی ماتمِ حسینؑ کا سُنا جانا اور گریہ و بکا کی یہ مستند دلیل ہے کہ حضورؐ امام مظلوم کی شہادت سے پہلے ہی وہ حیات حسینؑ کو ہم اور آپ کچھ نہیں سکتے حسینؑ پر گریہ و بکا، نوحہ اور ماتم کرنا حرام نہیں بلکہ سنتِ رسولؐ ہے۔ سنت ہونے کو ناجائز و حرام کہنا کسی بھی مسلمان کو زیب نہیں دیتا ہے۔

۲۔ یادگارِ غم

یہ انسانی فطرت ہے کہ اہم مصیبت گزر جانے کے بعد بھی جب سال گزر کے وہ مصیبت یاد آتی ہے تو انسان محسوس

ہوتا ہے۔ وہ اکثر اپنے احباب و رشتہ داروں کے سامنے اس کا ملال و غم کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح جاتا ہے کہ جب دنیا والے اپنے عزیز و اقرباء کی برسی رسماً اور بزرگوں کے ایام مناتے ہیں۔ آج کے دورِ جدید میں بین الاقوامی سطح پر ایسے دن منائے جاتے ہیں۔ مثلاً کرسمس کو یہ منی منانا رشتوں کے تحت پڑھا جاتا ہے۔ یہ تو بڑی بات ہے کہ کسی کا دل سے گروہ سے یا خوشی کا دن مناتے ہیں کسی کا عرس اس کے پیروکار اور کسی کا سالانہ دن۔ اسی طرح قدیم زمانہ سے جب حضرت یوسفؑ کی جدائی والا دن آتا ہوگا یا حضرت یعقوبؑ کی نظر شجرۃ الوداع پر پڑتی ہوگی تو یعقوبؑ کو ضرور اپنی مصیبت یاد آتی ہوگی۔ ایک عام درخت کہ جہاں سے یوسفؑ کو وداع کیا گیا تھا اس قدر مشہور ہو جاتا کہ اس کا نام ہی شجرۃ الوداع ہو گیا۔ اگر یہ درست نہیں ہے تو پھر کیا ہے جب ہزاروں سال بیت جانے کے بعد "شجرۃ الوداع" کا نام آتے ہی حضرت یوسفؑ کے خوش و ہیں پر ابھر آتے ہیں تو کیا جب بھی یعقوبؑ اس کو دیکھتے ہوں گے تو وہ اپنی مصیبت کو یاد نہ کرتے ہوں گے۔ ہر زمانے ہر حال فطرت انسانی تائید کرنے پر مجبور ہے۔

شہداء کی ہر سال یاد منانا سُنتِ رسولؐ بھی ہے اور طریق اصحابِ ثلاثہ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کی قبروں پر ہر سال تشریف لاتے تھے۔ جب پہاڑ کے درہ پر پہنچتے تو شہیدوں کو مخاطب کر کے فرماتے "السلام علیکم بما صبرتم" یعنی تمہارے صبر کے باعث تم پر سلامتی ہو۔ اور دارِ آخرت کا انجام بھی تم بہت عمدہ مقام پر پہنچے ہو۔ پھر نبی مکرمؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ بھی ہر سال آتے تھے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کا ہی کام جاری رہا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۷ ص ۱۴۴ مطبوعہ بیروت۔

قاضی صاحب تو حضرت یعقوبؑ کے بارے میں ہر سال یادگار منانے کا سوال کرتے ہیں جبکہ حضرت یوسفؑ بظاہر شہید نہ ہوئے بلکہ زندہ مل گئے۔ مگر یہاں اشرف الانبیاء ﷺ، صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور ذوالنورینؓ جیسی جلیل ہستیاں ہر سال شہدائے احد کی یاد مناتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مگر دیکھنے کے لئے آنکھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح حضورؐ اور خلفائے اہلسنت جلوس کی شکل میں ہر سال شہداء کی قبروں پر جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ ہر سال ایام محرم میں کربلا معلیٰ جا کر سید الشہداءؑ اور ان کے اصحاب کی زیارت کے لئے جائیں۔ اس خواہش کی تکمیل ہم ماتمی جلوس نکال کر حسب استطاعت گریہ و ماتم سے ان عاشقان حقیقی کو سلام اور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی پورا کام پورا نہ ہو سکے تو کم سے کم اس کا جس قدر بھی ہو سکے کر لینا بہتر ہے۔ اب اگر اس اچھائی کو کوئی اچھا نہ جانے تو اس کا سبب محض عداوت حسینؑ و بغض آل رسولؐ ہی ہو سکتا ہے۔

ہائے حسینؑ یا واہ حسینؑ

۵۔ بلاشبہ امام حسینؑ نے کربلا کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور اس کامیابی پر انہیں واہ حسینؑ کہنا پڑتا ہے۔ لیکن جس ایثار و قربانی اور محنت کے عوض آپؑ کو یہ کامیابی حاصل ہوئی وہ ملاحظہ کر کے ہائے حسینؑ بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے۔ اور یہ تقاضائے فطرت ہے کہ کسی کارنامہ کے سرانجام دینے پر جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یا پیش آنے والے صدمات پر افسوس کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اس کی کامیابی پر اسے ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ ہماری عزاداری بیک وقت دونوں تقاضے پورے کرتی ہے۔ ایک طرف کامیابی پر "واہ حسینؑ" کے حقوق ادا کرتی ہے تو دوسری جانب کلام مصائب پر تعزیت کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

بنی نوع انسان کا ہر طبقہ اس سے عملاً اتفاق کرتا ہے کہ جب کوئی بھی شخص کسی نظامی مقصد کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کے جھیلے ہوئے مصائب و صدمات کو یاد رکھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنی جان پر کھیل کر اپنے نیک مقصد میں کامران ہوتا ہے تو اس کے ایثار جانی کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا جاتا ہے۔ اور اظہار تعزیت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا ہے۔ اس غم گساری اور ماتم داری سے نہ تو اس کی کامیابی پر کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ ہی سوگوار ہونے پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ غمزدہ ہونے کی وجہ سے اس کی حاصل کردہ کامیابی پر ناخوش ہیں۔ پاکستان میں ۱۹۶۵ء کی جنگ اور ستمبر کے سانحہ میں پاک افواج کے جن بہادر جوانوں نے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا ان کو بھی پوری قوم نے نذرانۂ سلام پیش کیا۔ مگر ہم نے خود ٹی وی پر دیکھا کہ ان کے لواحقین کے آنسو بہہ رہے تھے اور شکلیں مغموم تھیں۔ اسی طرح ملکی جماعت نے غازیوں کی شجاعت کو واہ واہ کہہ کر داد تحسین دی تو ان کے بچھڑ جانے پر ہائے افسوس بھی کہا۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس سے انکار محض ہٹ دھرمی ہوگا۔

اہل سنت حضرات اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا۔ لہذا ہمیں یہ کرنا چاہیئے تھا کہ ان کے مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کی خوشی میں اظہار مسرت کرتے مگر راوی کہتا ہے کہ

"جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو لوگوں پر اتنا غم طاری ہوا کہ انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ حضرت عباس (بن عبدالمطلب) نے کہا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابوبکرؓ کی موت بھی مصیبت تھی لیکن جس طرح ہم ان کے انتقال کے بعد بھی کھاتے پیتے رہے اسی طرح عمرؓ کی وفات کے بعد بھی کھائیں گے۔ پھر انہوں نے خود بھی کھایا

اور بعد میں لوگوں نے بھی کھانا کھایا۔"

(تاریخ بغداد جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اصحابہ نے غم کے موقعوں پر ملول ہو کر کھانا پینا تک ترک کر کے سوگواری کی اور حضرت عمرؓ کے انتقال پر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے لوگوں کو کھانے پینے کی طرف رغبت دلائی۔ اسی طرح اصحاب نے وفات عمر پر بین بھی کئے جیسا کہ مشہور علامہ محدث مولوی وحیدالزماں حیدرآبادی نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"قال اویس القرنی بعد وفات عمر یا عمراہ یا عمراہ" یعنی حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد عاشق رسول خواجہ اویس قرنیؓ نے یا عمراہ یعنی ہائے عمرؓ ہائے عمرؓ ہائے عمرؓ کہہ کر بین کئے۔

(ہدیۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۲۳ مطبوعہ دہلی)

اگر معترض کے نظریہ کے مطابق شہید کے لئے ہائے کی بجائے صرف واہ کہنا درست ہے تو پھر حضرت اویسؓ نے اس کا لحاظ کیوں نہ رکھا۔ کیا حضرت اویسؓ یا دیگر اصحاب و تابعین حضرت عمرؓ کو انتقال میں فیل سمجھ رہے تھے یا ان کی نگاہ و پسند کا قصور تھا؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے دنبہ ذبح ہوا۔ باپ بیٹا امتحان میں کامیابی کی سند حاصل کر کے گھر لوٹے مگر حضرت ہاجرہؓ کو جب یہ سارا معاملہ معلوم ہوا تو جیسے ہی بیٹے کے گلے کا وہ مقام دیکھا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے چھری رکھی تھی تو اس صدمے پر چھری چل گئی۔ محض یہ خیال آتے ہی کہ اگر یہ چھری بیٹے پر چل جاتی تو کیا ہوتا غش کھا کر گر گئیں اور مفسرین کے بیان کے مطابق اسی صدمہ سے تین دن کے بعد اس جہان فانی سے کوچ فرما گئیں۔

اگر آپ کا منطق کا خیال درست ہے تو بی بی صاحبہ کو تو دوہری خوشی منانی چاہیے تھی ایک بیٹے کی دوسری امتحان میں کامیابی کی لہٰذا حضرت ہاجرہؓ

کو واہ واہ اسماعیلؑ واہ اسماعیلؑ کہتے کہتے پھولا نہیں سمانا چاہیے تھا۔ مگر وہ ماں تھیں دشمن نہیں۔ جو بیٹے کی تکلیف سن کر خوش ہوتی۔ بس آپ بڑے شوق سے واہ واہ کریں لیکن ملحوظ خاطر رکھیں کہ محبوب کی مصیبت سن کر یا دیکھ کر خوش ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ دشمن ہے۔ دشمن کو خوشی حاصل ہوتی ہے جس کسی کے دل میں حسین علیہ السلام کی محبت ہو گی وہ تو ان کی مظلومیت پر خون کے آنسو بہائے گا مگر سنگدل دشمن واہ واہ کر کے اس ظلم کو داد شجاعت دے گا۔

خبر شہادت پر مسرور ہونا چاہیے یا مغموم؟

اس سوال کا جواب خواجہ حسن نظامی مرحوم نے بڑے جامع و معقول انداز میں دیا ہے۔ جناب موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"یہ نہایت باریک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شہادت مفید اور ضروری تھی تو اس کے سبب ماتم کیوں کیا جاتا ہے؟ غم اور افسوس کرنے سے کیا تعلق۔ آہ و بکا سے کیا سروکار؟ مگر یہ کچھ ایسی بات نہیں جس کا جواب نہ ہو سکے جو چیز شہید ہو رہی ہے اس کو تو اپنی موت کا کوئی افسوس نہیں ہوتا وہ بے پرواہی اور اطمینان سے اپنی ہستی کو مٹانے پر آمادہ ہوتی ہے۔ مگر دوسروں کے دل پر اس کی چوٹ لگنا فطری امر ہے۔ بشرطیکہ ان کے دلوں میں آدمیت کی حس اور آدمیت کا مادہ بھی ہو۔"

(ماخوذ از رسالہ "شہید کربلا" مرتبہ برادر احمد صدیقی)

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی حس اور انسانیت کا مادہ ہوگا یقیناً اس پر چوٹ لگے گی اور اسے حسینؓ ضرور یاد آئے گا۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جتنے غزوات ہوئے ان میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ یہ سب کے سب اپنے مراتب و مقامات پر امتحان میں پاس ہو گئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سید الشہدا ہیں ان کو خصوصی سند ملی لیکن کسی جگہ یہ ثبوت نہیں ہو سکا کہ سرکار دو عالمؐ نے کسی شہید کی شہادت پر مسرت و شادمانی

کا اظہار فرمایا ہے۔ یا واویلا کی ہے۔ حالانکہ اگر یہ من گھڑت عقیدہ درست ہوتا تو جناب سید الشہدا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تو رسولؐ کو واویلا کے وہ تمام شغل ضرور کرنے چاہیے تھے۔ لیکن کتب میں اس کے برعکس مرقوم ہے کہ آپؐ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر خود روئے، بین کئے اور نوحہ و ماتم کرنے والی عورتوں کو منع کیا اور ان رونے والیوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ملاحظہ کریں سیرۃ النبی، مستند جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ اور معارج النبوۃ رکن ۴ باب ۱ صفحہ ۱۲۳ وغیرہ۔

پس شیعہ کے مذہب پر ماتم برپا کرنا یعنی "ہائے حسینؑ" کہنا عین سنتِ رسولؐ ہے اس کے برعکس شہادت پر خوشیاں منانا اور "واہ حسینؑ" کہہ کر ماتم کو چھپانا سنتِ رسولؐ سے ثابت نہیں ہے۔

اندھا کیا جانے بسنت کی بہار!

ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ غم حسینؑ میں پُرخلوص گریہ و زاری نابینے کو بینا کر دیتی ہے۔ یہ محض عقیدت نہیں بلکہ آزمودہ نسخہ ہے۔ معتبر گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ لاہور کی کربلا گامے شاہ میں ایک اندھا عرصہ دراز چند سالوں میں آہ و زاری اور ماتم کرتے ہوئے شفا پا گیا۔ اس نے حسینؑ مظلوم کے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی اور کھوئی ہوئی بصارت حاصل کر لی۔ لیکن قاضی جی پوچھتے ہیں کہ پاکستان میں کتنے ماتمی دیکھے ہیں جو حسینؑ کے غم میں اندھے ہوئے۔ میرا جواب یہ ہے کہ حسینؑ کا غم اندھوں کو روشنی دیتا ہے۔ جس طرح یوسفؑ کے کرتے نے یعقوبؑ کی آنکھوں کی روشنی لوٹائی تھی اسی طرح حسینؑ کے مریل علیؑ کے لال عباس علمدارؑ کے علم کا پھریرا اپنے شیعوں کی بصارت کے لئے معجزانہ طور پر کام کرتا ہے۔ تاہم جن حقیقی نے محض عداوت کے لئے اپنے اعضا کٹوائے، تن و من کی بازی لگا دی، ان کے سامنے آنکھیں سفید کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ دعائے مادر حسینؑ کی برکت ہے کہ اس کے ماتم مصیبت میں بہائے گئے اشک جنت کے موتیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں

اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بشریت کا اعتبار ہے اگر کسی عزادار کو بھی رمضان حق کی جستجو میں ہو جائے تو اس کی باطنی بصیرت اس قدر قوی ہو جاتی ہے کہ معرفت کی ظاہری بصارت اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے۔

مشہور فاتح نادر شاہ درانی جب تباہی کے بعد اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے روضہ قدس پر زیارت پڑھنے کے لئے آتا ہے تو اس کے روضہ مبارک پر ایک نابینا سائل دکھائی دیتا ہے۔ نادر شاہ حکم دیتا ہے کہ اگر یہ اندھا میری حاضری سے واپسی تک بینا نہ ہوا تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ گداگر جب نادر شاہی فرمان سنتا ہے تو اس کے پیروں تلے زمین نکل جاتی ہے۔ جان کے لالے پڑتے ہیں تو حسینؑ کے مدد گار شہنشاہ کی ضریح کے ساتھ لپٹ کر بڑے یقین و گریہ زاری اور خضوع و خشوع سے پکارتا ہے جو آہ نکلتی ہے عرش ہلا دیتی ہے۔ آہ بارگاہ تک رسائی پاتی ہے۔

نادر کے وضو سے قبل اندھے فقیر کی بینائی پلٹ آتی ہے جب نادر شاہ یہ معجزہ دیکھتا تو اظہار مسرت سے محروم اٹھتا ہے اور سائل کی جھولی بھرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

سید جو حسن تسمیہ سے دیکھنے والی آنکھیں رکھتے ہیں۔ "ہائے حسینؑ" کہہ کر چشم نظارہ کو جو تسکین حاصل ہوتی ہے اس کا ادراک کور چشم و دور نظر کو ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ خدا کی قسم "ہائے حسینؑ" "واہ حسینؑ" کے چکر سے نکل کر حسینؑ کے غم میں ایک بار آنسو بہا کر جنت خریدی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جنت بل بیت میں بہایا ہوا ایک اشک غم دنیا و آخرت کے غموں سے نجات دینے کا ضامن بن جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۲

القرآن پارہ نمبر ۷ سورۃ المائدہ آیت ۸۳ "اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو رسول کی طرف اتارا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا"

ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزدیک رونا عارفین کا فعل ہے اور فعل حسن ہے۔ قرآن کے نزدیک آنکھوں سے آنسو کا جاری ہونا حق کو پہچاننے کی علامت ہے۔

قاضی مظہر صاحب کا جواب

(۱) یہ آیت ان عیسائیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو ملک حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ مدینہ شریف پہنچے تھے۔ اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انہوں نے قرآن مجید سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ مسلمان ہو گئے۔ یہاں تو صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی قرآن سننے پر۔ اس کو تمہارے ماتم سے کیا تعلق ہے؟

(۲) اگر ماتمیوں کے نزدیک اس آیت کا مطلب ماتم کرنا ہے تو پھر قرآن سننے پر ماتم کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

ہمارا جواب

قطع نظر اس بات کے کہ قاضی صاحب کا بیان بالکل خلاف واقعہ ہے کہ یہ آیت ان عیسائیوں کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے مدینہ آئے حالانکہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی تفسیر موضح القرآن میں اس کی تفسیر اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"مکے میں کافروں نے جب مسلمانوں پر ظلم کیا تو حضرت صلعم نے اذن دیا کہ اور ملک میں نکل جاؤ۔ قریب اسی آدمی مسلمان بعض تنہا اور بعض گھر سمیت جا رہے۔ وہاں کا بادشاہ خوب منصف مزاج تھا۔ پھر پیچھے مکے کے کافروں نے اس کو سکھایا کہ اس قوم کو رہنے نہ دو۔ یہ حضرت عیسیٰ جیسے نبی کو غلام کہتے ہیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو بلوا کر پوچھا اور قرآن پڑھوا کر سنا۔ اور اس کے بعد بہت روئے اور کہا حضرت عیسیٰ کی زبان سے ہم کو یہی موافق پہنچا ہے۔ اور تم جو خبر دی ہے حضرت عیسیٰ نے کہ میرے بعد پیغمبر قیامت ایک وہی ہے

بے شک یہی وہی ہے۔ وہ بادشاہ نجاشی مسلمان ہوا۔ یہ آیات اُن کے حق میں نازل ہوئیں۔"

آنکھوں سے آنسو جاری ہونے ہی کو رونا کہا جاتا ہے۔ اور رونا ماتم داری کا ایک رکن ہے۔ لہٰذا ماتم سے اس کا تعلق از خود ثابت ہو گیا۔ ایسا تعلق دریافت کرنا بالکل ویسا ہے کہ کرسی بنانے والے ترکھان سے لکڑی کاٹنے کا تعلق "کرسی سازی" سے پوچھا جائے۔

قرآن کلام حق ہے۔ وارث شہادت حسینؑ بھی حق ہے۔ قرآن صامت ہے اور حسینؑ قرآن ناطق ہیں۔ حدیث ثقلین کی رو سے دونوں دائمی ساتھی ہیں۔ اس لئے جس طرح اہل ایمان کلام حق سن کر متاثر ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذکر شہادت حسینؑ کو سن کر اہل حق کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اور چونکہ حسینؑ مجسم قرآن ہیں۔ لہٰذا ان کے مصائب و واقعات [illegible] سے بڑھ کر جذبات رقت فطرتاً سینہ کوبی پر مجبور کر دیتے ہیں۔

ہم پہنچ ہیں، اعلیٰ سے سنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ کھیلتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے اور حضور نے قرآن کا [illegible] کر کے ان پر قدم رکھے۔ کسی نے [illegible] حسینؑ نے قرآن کی بے ادبی کر دی۔ جب صاحب قرآن سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا۔ قرآن پر قرآن چڑھ جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ حسینؑ و قرآن ہم شان ہیں۔

اب رہا قرآن سننے پر ماتم کرنے کا سوال تو جواب یہ ہے کہ حسینؑ ذی حیات [illegible] پہاڑ توڑے گئے لہٰذا ذکر حسینؑ سن کر حساس دل ماتم داری پر مجبور ہو جاتا ہے [illegible] کا سر تن سے جدا [illegible] ہی کے گلے کو [illegible] قاری وسامع دونوں مغموم و گریاں ہو کے [illegible] فطری امر ہے۔

گریۂ انبیاء

پیچھے کہہ چکے ہیں کہ مقامات حسب حال پر گریہ جاری کیے گئے [illegible] پورے سال جاری [illegible] کا سلسلہ رہا۔ چنانچہ

مرقوم ہے ۔

"اپنے مصائب پر آدمؑ، نوحؑ اور داؤدؑ سب روئے ان کی برابر نالہ زاری نہ کی گئی" (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱ امام رازی)

اسی طرح سعد بن وقاص نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشک باری کرو، اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بناؤ۔"

(سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ)

پس ہماری ماتم داری کو ناجائز کہنے والا دراصل انبیاء کرامؑ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر اعتراض کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۳

القرآن۔ اس موقع کہ جب فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو ارشاد ہوا "تو ان پر آسمان رویا نہ زمین نے گریہ کیا، نہ انہیں اللہ کی طرف سے مہلت دی گئی" اس سے ثابت ہوا کہ قرآنی نقطۂ نظر سے بداعمال کا تقاضا یہ ہے کہ بداعمال پر رویا جائے اس کے مقابل جو حسن عمل رکھتے ہیں وہ مستحق گریہ ہیں۔"

الجواب الثانی

(۱) اس آیت میں بشارت کا ذکر ہے۔ ماتم کا۔ تو مروجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔

(۲) اس آیت میں کوئی حکم نہیں ہے کہ نیک لوگوں پر رونا چاہیے۔

(۳) یا ماتمی لوگ زمین و آسمان کے مذہب کے پیرو ہیں۔

(۴) زمین و آسمان کے معمول اور صالحین سے منقول ہے۔ ہیں تو یہ ماتم حسینؑ اور دیگر صلحائے امت کی وفات پر ہر سال کیوں گریہ و ماتم کی مجلس نہیں کرتے۔

جواب الاحقر

(۱) اس آیت میں اگر بشارت کا ذکر نہیں تو کم سے کم معصیت و ہلاکت کا تذکرہ ضرور موجود ہے۔ اور ... ماتم کی دلیل شاذ ہے۔

(۲) ہاں قرآن سے کچھ سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ گفتگو لسان رحمت کا ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے سرکش فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تو نہ آسمان رویا نہ زمین۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اس غرقابی و ہلاکت پر کسی نے افسوس کے آنسو نہ بہائے۔ نتیجہ برآمد ہوا کہ خدا کے باغی کو بعد ہلاکت یہ سزا ملی کہ اس پر کسی نے گریہ نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی مصیبت کے وقت آنسو بہانا ایک پسندیدہ فعل ہے۔ جو شخص و لشکر خدا سے ہٹ کر وجود میں آیا لہٰذا بطور عبرت اس کا تذکرہ کیا گیا کہ فرعون ایسا کہ اس کی موت کے بعد اسے کسی نے نہ رویا۔ اگر وہ نیک ہوتا آسمان و زمین اس کے لئے اشک روانی کرتے۔ یوں آسمان و زمین کے رونے سے ... بیان ارض و سما بھی رو سکتے ہیں۔ پس ذاکر غلام عباس صاحب کی دلیل مستحکم ہے کہ بداعمال پر گریہ زاری نہ ہوگی۔ اور اسی کو بطور طعن کے عبرت بیان کیا گیا۔ اگر فرعون اور اس کے لشکر کے نقش قدم پر چلو گے تو وقت کی موت بھی رو سے ... نہ رہو گے۔ اس کے برعکس اگر طاعت ... میں جان دو گے تو عزت و ذات سے جانب دوام بھی پاؤ گے اور زمین و آسمان تب ہی مصائب پر گریہ زاری کریں گے۔

اسی طرح کا ایک تذکرہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے کہ جب کافر قوم پر عذاب ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس طرح قوم کے معذب ہونے کا افسوس نہیں کرتا لیکن اگر یہ نیک لوگ ہوتے اور ان پر مصیبت آتی تو میں ضرور تعزیت کرتا۔ اب چونکہ وہ کافر تھے اس لئے میں ان کا غم نہیں کرتا۔ چنانچہ سورہ اعراف میں ہے کہ

"پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا۔ سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی کہ جیسے ان گھروں

میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔ اس وقت شعیبؑ ان سے منہ موڑ کر چلے گئے اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے۔ اور میں نے تمہاری خیرخواہی کی۔ پھر میں ان کافر لوگوں پر افسوس (رنج) کیوں کروں۔

(سورۃ الاعراف پ۹ آیت ۹۱ تا ۹۳)

حضرت شعیبؑ کے اس بیان سے مومن کا غم منانا ماتم کرنا ثابت ہوتا ہے پس حضرت غلام عباس صاحب کی پیش کردہ آیت سے نیک لوگوں پر رونا ثابت نہیں ہے بلکہ حضرت شعیبؑ سے بھی صالح افراد کی مصیبت پر اظہار افسوس کرنے کا جواز نکلتا ہے۔

۳۔ زمین و آسمان ہمارے ہم مذہب ہیں

جس طرح ہم خدا کی توحید، محمدؐ کی نبوت و رسالت اور علیؑ کی ولایت پر ایمان لاتے ہوئے اسی طرح زمین و آسمان کا بھی یہی مذہب ہے جس طرح ہم حسینؑ مظلوم کے غم میں عزادار ہیں اسی طرح ارض و سما بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کناں ہیں۔

۴۔ امام حسن اور دیگر شہدا کی مجالس عزا

کون کہتا ہے کہ ہم امام حسنؑ اور دیگر شہداء و معصومینؑ کی مجالس عزا برپا نہیں کرتے۔ ۲۸ صفر کو امام حسنؑ کی شہادت کا دن ہر سال یوم غم کے طور پر شیعہ برادری میں منایا جاتا ہے اور اسی طرح دیگر ائمہ اطہار و معصومین کرام کی یاد میں سلسلہ مجالس عزا کا سلسلہ جاری رہتا ہے

دلیل نمبر ۴

حضرت آدمؑ نے حضرت ہابیل کی شہادت پر مرثیہ پڑھا اور پڑھ کر خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا اور ہر سال جب وہ دن آتا اس دن مرثیہ پڑھ کر خود روتے اور دوسروں کو رلایا کرتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۶ مطبوعہ مصر)

قاضی صاحب کا جواب

ہابیل کی شہادت پر قرآن میں تو حضرت آدمؑ کے رونے رلانے کا ذکر تک نہیں ہے۔ باقی رہا تفسیر تو ابن کثیر میں وہ عبارت نہیں تھی جو اس پمفلٹ میں درج کی گئی ہے۔ بلکہ تفسیر ابن کثیر میں تو اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ:-

"کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے حضرت آدمؑ بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی۔ آخر فرشتوں نے ان کے غم دور ہونے اور ہنسی آنے کی دعا کی۔ الخ"

(تفسیر ابن کثیر مترجم جلد اول ص۸۶)

فرمائیے کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ ہر سال ماتمی مجلس قائم کرتے تھے؟ یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان کے غم کو دور کرنے کی دعا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غم دور کرنا ضروری ہے نہ کہ باقی رکھنا۔

(۲) حضرت آدمؑ نے نہ سر پیٹا اور نہ سینہ کوبی کی اور نہ کالے کپڑے پہنے تو آج کل لوگ یہ کام کر کے کس کی سنت کی پیروی کرتے ہیں؟

(۳) اگر شیعہ شہادت حسینؑ کا غم ہے تو ساری عمر کے لئے ہنسنا اور خوشی منانا چھوڑ دو۔

واپسی جواب

ان معترض مولوی صاحب سے ہابیل کی روایت معنوی میں لکھی گئی ہے مگر روایت لفظی میں قرآن مجید کا تذکرہ تو کیا ہی نہیں مگر تفسیر ابن کثیر کی عبارت بتایا گیا ہے جسے خود معترض نے معنوی لحاظ سے تسلیم کیا ہے کہ "اس صدمہ سے حضرت آدمؑ بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی۔ آخر فرشتوں نے ان کا غم دور ہونے اور ہنسی آنے کی دعا کی"۔

اب یہ بات تو ثابت ہے کہ اگر حضرت آدم علی نبینا معروف گریہ و بکا نہ ہوتے تو فرشتوں کو آپ کے غم دور ہونے کی دعا کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ یہاں یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ فرشتوں کا دعا کرنا بذات خود حضرت آدمؑ کی مصیبت میں ان سے اظہار ہمدردی کرنا ظاہر کرتا ہے۔ اگر غمگین ہونا گناہ ہوتا تو فرشتوں جیسی معصوم مخلوق یہ گناہ کرنے کے لئے دعا نہ کرتی۔ فرشتوں کا دعا کرنا ظاہر کرتا ہے

کہ آدم کا غم حق تھا۔ عبدالمطلب کی رفعت بالعموم پرستش کیا کرتے ہیں۔ اگر عزادار ہر مذموم عمل میں تو وہ اپنے عقیدہ کی سرزنش کرتا یا فرشتے ہی کی مذمت کرتے لیکن اگر ہو غم ایک ایسی کیفیت ہے جس کا تعلق سر زبانات سے ہے ... بنی انسان کے لئے ہو غم کو دور کرنا ہے اور وہ بھی باقی رکھے۔ غم کو مٹانے کی مقبولی کوششیں ہمیشہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں ... فرشتوں کی دعا سے یہ بات ہرگز ممکن نہیں ہوتی کہ غم دور کرنا ضروری ہے دکھانا ہی دکھنا۔

آدمؑ و حواؑ کی طویل المدت نوحہ خوانی

بروایت حضرت آدمؑ و ام البشر حواؑ بی بی حواؑ طویل مدت تک حضرت ہابیل کو روتی رہیں یہاں تک کہ آنسوؤں کا پانی نہر کی مانند جاری ہوا۔

(تاریخ یعقوبی صفحہ ...)

اسی طرح حضرت آدمؑ کے گریہ و بکا کی کیفیت جو حسینؑ واقعہ کا شکل سے قریب ہے کہ دائیں آنکھ سے آب دجلہ اور بائیں آنکھ سے آب فرات جاری رہا۔

(روضۃ الشہداء صفحہ ...)

۲۔ ماتم سنت آدمؑ ہے

"جب آدم علیہ السلام سے رحلت کا وقت قریب ہوا تو حرکت میں آگئی اور سر پیٹ لیا۔ یہ دفعان برپا کر دیا کہ دوری فرمائی اور اس سنت کو اپنی اولاد کے درمیان چھوڑ گئے۔" (معارج النبوۃ طاسین رکن اول صفحہ ...)

سیاہ پوشی

حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ اتنا دور تھا رسم ورواج اور رنگ وغیرہ کا اجراء نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی لاش کو دفن کرنے کا سبق سکھلانے کے لئے اللہ نے کوے کو سیاہ پروں کا لباس پہنا کر بھیجا جس سے ثابت ہو کہ کالا لباس علامت غم ہر زمانہ الٰہیہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے غریب کوے کو کالے کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی عطا کر سکتا تھا۔

ہم کالے لباس کو غم کے موقع پر بسبب اپنا مذہبی شعار سمجھتے ہیں اور اپنے ...

سے پوچھتے ہیں کہ قتل عثمان پر لوگوں نے سیاہ پوشی کیوں کی جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے روز جماعت نے سیاہ لباس پہنا" اگر کالا لباس پہننا جائز تھا تو پھر حضرت عثمان کے غم میں ان کے سوگواروں نے اسے کیوں زیب تن کیا؟

۔ بقول آغا واصف صاحب یہ قانون عادت جاری ہے کہ خوشی کی محفلوں کی تقریبوں میں غم کا ذکر نہیں کیونکہ یہ بدشگونی ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم نے عادت جاریہ کے اس قانون کو توڑ کر رکھ دیا ہے ... حسینؑ شبیرؑ پہ رونے والے ولادت ہو یا شادی بیاہ کوئی تقریب ہو جب تک امام کی یاد میں آنسو نہ بہا لیں تب تک اس تقریب کو مکمل نہیں سمجھتے۔ بس ساری عمر کا سرمایہ ہمارا حسینؑ ہے اور ہمارا جینا مرنا بھی یاد حسینؑ سے وابستہ ہے۔ اور ہم ہر دم یہی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے خدا ہمیں غم حسینؑ کے ... سے محروم نہ رکھ۔

دلیل نمبر ۵

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؑ کی وفات پر ماتم اور گریہ کیا۔

(پیدائش باب ۲۳ توریت)

دلیل نمبر ۷

حضرت شعیبؑ دس برس تک روتے رہے جس کے سبب سے آپ آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔

(توریت صفحہ ۲۶۱)

دلیل نمبر ۸

حضرت ہارونؑ نے پہاڑ پر وفات پائی جہاں حضرت موسیٰؑ

تیس دن ان کا ماتم کرتے رہے اور تیس دن گذرنے کے بعد پہاڑ سے دیگر ہمراہیوں کے ساتھ اترے۔

(توریت باب ۲۰)

جواب قاضی

ان عبارتوں میں بھی منہ پیٹنے اور سینہ کوبی کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ پھر مروجہ ماتم کیونکر ثابت ہوا؟

(۲) قرآن کے بعد تورات۔ انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں جن کی عبارتیں مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہیں۔ کیونکہ اصلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔

(۳) اگر تورات۔ انجیل کے مذہب کی پیروی کرنی ہے تو کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے جو تورات میں لکھا ہے کہ:

(ا) حضرت یعقوب نے خدا کے ساتھ کشتی کی تھی۔ نعوذ باللہ۔
(پیدائش ص۳۲)

(ب) حضرت لوط نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی تھی۔ استغفراللہ۔
(پیدائش ص۲۳)

خاکسار کا جواب

مروجہ ماتم سے مقصد

۱۔ منقولہ بالا عبارت میں ماتم و گریہ کرنے کے الفاظ بالصراحت موجود ہیں۔ پھر معلوم نہیں وہ مروجہ ماتم کون سا ہے جو ثابت نہ ہوا۔ آپ کا شاطرانہ طریقہ پر بار بار "مروجہ ماتم" لکھنا اس بات کا از خود ثبوت ہے کہ آپ کو "ماتم" پر عقلی و نقلی رو سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مروجہ اشکال یا طریق اور رسم و رواج سے اختلاف ہے۔ یعنی اصولی لحاظ سے آپ "ماتم" کو جائز سمجھتے

ہیں محض رسمی اختلافات کے باعث "مروجہ ماتم" پر معترض ہیں۔

آسمانی کتب

۲۔ بلاشبہ منسوخ شدہ کتب آسمانی ہمارے لئے حجت نہیں ہیں لیکن اگر قرآن مجید کی تصدیق ان کتب سے ہوتی ہو تو ان مندرجات کو ماننا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان کتابوں پر ایمان لانا صفت ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ علماء نے ان کتب کو محرف و منسوخ سمجھ کر حجت تو تسلیم نہیں کیا لیکن تفسیری معلومات کے لئے ان کتابوں کو ماخذ مانا گیا ہے خصوصاً پیش گوئی کے طور پر جو واقعات بیان کئے گئے وہ درست ثابت ہوئے ہیں۔ اور اغلب خیال یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں تحریف بہت کم ہوئی ہے۔ چنانچہ علماء اسلام نے اکثر ان کتابوں میں مرقوم بشارتوں کو جو پیغمبر اسلام اور دین اسلام سے متعلق ہیں بطور ثبوت اپنے دلائل و براہین میں شامل کئے ہیں۔ زمانہ رسول میں بھی مسلمان ان کتابوں سے مستفید ہوتے رہے اور خصوصاً خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب کو تو سب سے بڑھ کر شغف تھا۔ لہٰذا محض یہ کہہ کر کہ یہ کتب منسوخ ہیں ان کو ٹھکرا دینا کافی نہیں ہوگا جب کہ خود قرآن نے ان کی تصدیق کی ہو۔

صاحب جواب بھی اس بات سے غالباً متفق ہیں کہ توریت و انجیل کے وہی احکام منسوخ سمجھے جاتے ہیں جن کے نسخ پر قرآن مجید کی صراحت ہو۔ ورنہ اہل اسلام کے لئے بھی حجت ہوں گی۔ اب اگر معترض میں کچھ بھی دم خم ہے تو قرآن کریم سے اس حکم کا نسخ ثابت کریں حالانکہ توریت سے پوری طرح ثابت ہے کہ ایام محرم الحرام میں ماتم و سوگ منانے کا حکم عام قانون ابدی کی حیثیت رکھتا ہے۔

توریت و انجیل کی پیروی

اسلامی کتب تفاسیر میں مرقوم انبیاء کرام علیہم السلام اور پچھلی امتوں کے حالات و واقعات کا تقریباً ایک تہائی حصہ توریت ہی سے ماخوذ ہے۔ اور بعض ایسے واقعات بھی درج ہیں جن سے نبیوں کی عصمت مجروح ہوتی ہے بلکہ بے حرمتی ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کا جھوٹ بولنا۔ حضرت داؤد کا شادی شدہ

عورت سے عشق لڑا ، حضرت یعقوبؑ کا اپنی والدہ کی ایما پر اپنے والد حضرت
اسحاقؑ کو بکری کے کباب کھلا کر دھوکہ سے نبوت حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ تمام
واہیات قصے مذہب شیعہ کی کتابوں میں مشہور و منقول ہیں۔ اگر یہی رکیک
تشنیع باتوں کی وجہ آپ کے مذہب میں کسی کی ہے تو پھر "ل" اور "ب" کو ساتھ
لیں کبھی آپ سے جیسا ہوگا بلکہ "ب" کو عمرؓ آپ کا ایک طبقہ مانتا ہے نعوذ
سے خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر مسجد نبوی میں بیٹھ کر شراب پینے کا الزام لگانے
والا گروہ میں تورات و انجیل کے مذہب کی پیروی کا طعنہ دیتا ہے۔ کاش
بات کہنے سے پہلے سوچ لیتے۔ گریبان میں جھانک لیتے!

الہامی کتب سابقہ میں ایام عزا منانے کا ابدی حکم

بلند اقبال آغا واصف حسین صاحب نے مخالفین کے دانت کھٹے کرتے ہوئے
دندان شکن سوال دریافت کیا ہے کہ اگر گذشتہ الہامی کتابیں مطلق منسوخ شدہ ہیں
تو پھر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو
ان کتابوں سے کیوں ثابت کرتے ہو؟

کیونکہ ان کتابوں میں نازل شدہ پیشین گوئیاں بعد میں حرف بحرف سچی ثابت
ہوئی ہیں لہذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابوں میں مندرج بعض باتیں غیر مبدل
ہیں۔ مولوی عبدالعزیز محقق اہل سنت کے بلند پایہ عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب
"بشارت احمدیہ" میں ایک مکالمہ نقل کیا ہے جو ویدوں (رگ وید) سے ماخوذ ہے
موصوف کے مطابق کم و بیش پچاس ہزار برس قبل کی بات ہے کہ گفتگو "مہادیو جی" اور
"پاروتی" کے مابین ہوئی۔ اس میں حضرت آدمؑ کی خلقت، آپ کی اولاد کا حال
بیان ہوا ہے اور پھر سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت
اطہار علیہم السلام کے بارے میں پیشگوئیاں ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالعزیز صاحب
تحریر کرتے ہیں کہ:-

"مہامت (محمدؐ) کے آل دو لال نواسوں کو شریر لوگ ناحق ظلم کر کے
دیا (احمد اس) کی خاطر مار ڈالیں گے۔ اور ساری زمین ان کے مار ڈالنے سے
بے سر ہو جائے گی۔ اور ان کے مار ڈالنے والے ملیچھ ہوں گے۔ دین و دنیا سے مردود
ہو جائیں گے۔ ان کے دل میں مہامت (محمدؐ) کی محبت نہ رہے گی۔ اور عاقبت میں
کسی طرح سے مکتی نہ پائیں گے۔ وہ لوگ ظاہر میں مہامت (محمدؐ) کے دین کے
رہیں گے۔ پھر آہستہ آہستہ اور لوگ بھی ان کی ہمراہی قبول کریں گے۔ مہامت
(محمدؐ) اور مہامت (محمدؐ) کے فرزندوں کے چال چلن کے خلاف بہت سے کام
صدیوں تک کریں گے۔ تھوڑے سے آدمی مہامت (محمدؐ) کے فرزندوں
کی راہ پر رہیں گے۔ اکثر لوگ قتل کرنے والوں کے موافق بہت سے
کام کریں گے اور ظاہر میں مہامت (محمدؐ) کے دوست کہلائیں گے۔
ایسے کل برداری کرنے والے لوگ کل جگ (آخری زمانہ) میں بہت ہوں گے
اور سارے جہان میں فساد برپا کریں گے۔"

حضرت پرماز کرنے والوں کو جلی عبارت پر خوب غور کرنے کی دعوت ہے۔

"کتاب مقدس" پرانا عہد نامہ کتاب (احبار) کے باب ۲۳ کے
فقرہ ۲۵ سے ۳۲ تک نقل کرتے ہیں۔

۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل سے کہہ کہ ساتویں
مہینے کی پہلی تاریخ تمہارے لئے خاص آرام کا دن ہو۔ اس میں
یادگاری کے نرسنگے پھونکے جائیں اور مقدس مجمع ہو۔ تم اس روز
کوئی خادمانہ کام نہ کرنا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گذراننا۔
۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۹۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اسی ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ
کا دن ہے۔ اس روز تمہارا مقدس مجمع ہو۔ اور تم اپنی جانوں کو
دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گذراننا۔ تم اس دن
کسی طرح کا کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے جس میں خداوند

تمہارے خدا کے حضور تمہارے لئے کفارہ دیا جائے گا۔

۳۰، ۲۹ ب۔ جو شخص اس دن اپنی جان کو دکھ نہ دے وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے گا اور جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے اسے میں اس کے لوگوں میں سے فنا کردوں گا۔

۳۱ ب۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا۔ تمہاری سب سکونت گاہوں میں پشت در پشت یہی آئین رہے گا۔

۳۲ ب۔ یہ تمہارے لئے خاص آرام کا سبت ہو۔ اس میں تم اپنی جانوں کو دکھ دینا۔ تم اس مہینے کی نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک سبت ماننا۔

مذکورہ بالا آیات پر خصوصی غور و توجہ دیں جس عبادت و ریاضت کا حکم دیا جا رہا ہے اس کا وقت ساتویں مہینے کا پہلا عشرہ ہے۔ نویں کی شام سے دسویں کی شام تک یہ خصوصیت سے منائی ہوتی تھیں۔ جو کوئی اس ایام میں اپنی جانوں کو دکھ نہ پہنچاتا تو وہ اپنے لوگوں سے کاٹ دیا جاتا تھا۔ حالانکہ ان کے سامنے کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جس کو وہ دیکھ کر یاس کر اپنی جانوں کو دکھ پہنچانے کا سبب پیدا کرتے۔

ان کے ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ اور محرم ۶۱ھ کی پہلی تاریخ ایک تھیں۔ ان کے ساتویں مہینے کا نام تشرین ہے۔ چنانچہ علامہ طبری کے مطابق یکم محرم ۶۱ھ مطابق یکم تشرین ۶۸۰ء ہے۔ مورخ یعقوبی تحریر کرتے ہیں بلکہ محرم الحرام ۶۱ھ کو ماہ تشرین کی پہلی تاریخ تھی۔ شمس، قمری مہینوں میں اس دن سورج برج میزان میں ۱۲ سے ۱۷ درجہ پر اور چاند برج دلو کی بیسویں منزل پر تھا۔ ثابت ہوا محرم ۶۱ھ سے ماہ تشرین کی تاریخیں توام ہو گئیں۔

پس ایام محرم میں غم منانے یعنی جانوں کو تکلیف دینے کا امر یہی حکم توریت میں محفوظ ہے۔ مذکورہ آیت ۳۱ کے مطابق یہ دائمی قانون یعنی پشت در پشت آئین مانا جائے۔ چونکہ یہ قانون دائمی قرار دیا گیا ہے لہٰذا امر بعید ہے کہ ابدی قانون کو کچھ ہی عرصہ بعد منسوخ کر دیا جائے کیونکہ اللہ کی سنت میں تبدیلی تسلیم کرنا غلط ہے۔

قرآن ہے: لن تجد لسنة الله تبدیلا۔

دلیل نمبر ۶

حضرت نوحؑ کا اصلی نام عبدالغفار تھا۔ اور نوحہ کرنے کی وجہ سے نوحؑ کہلاتے ہیں۔

(الصاوی علی الجلالین جلد دوم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کسی مقبول بندے کی مصیبت و شہادت کی وجہ سے نہیں روئے بلکہ اس کی وجہ خود صاوی حاشیہ جلالین میں یہ لکھی ہے۔

لقب بنوح لكثرة نوحه على نفسه حيث دعا على قومه فهلكوا او لمراجعته ربه في شان ولده كنعان ۔

آپ کا لقب نوحؑ اس لئے ہوا کہ آپ اس بنا پر زیادہ روتے رہے کہ آپ نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئی تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اپنے بیٹے کے بارے میں آپ نے اپنے رب سے سوال کیا تھا۔

۲۔ اس نوحہ (رونے) سے مندرجہ بالا مسئلہ کربلا کیسے ثابت ہو گیا۔

جواب من

۱۔ حضرت نوحؑ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کسی غیر مقبول بندے کی مصیبت پر روتے رہے۔ دراصل ان کی عصمت کا انکار کر دینا ہے۔ فریقین کی اکثر کتب و تفاسیر میں یہی لکھا ہے کہ آنحضرت سینکڑوں سال حصول رضائے تعالیٰ کے لئے گریہ کناں رہے۔ اور اسی گریہ و بکا کی کثرت کے سبب آپ کا نام نوحؑ یعنی نوحہ کرنے والا مشہور ہو گیا۔

پس صاحب الصارمی علی المعالیس کا یہ تحریر کرنا کہ حضرت نوح قوم اور بیٹے کی ہلاکت پر مسلسل روتے رہے ہرگز درست نہیں کیونکہ پیغمبر کا سرکش قوم اور نا خلف بیٹے (جسے اللہ نے اولاد سے خارج کر دیا) کی ہلاکت پر اتنی طویل مدت گریہ زاری کرتے رہنا اور رضا کا رو کنا۔ ایک امر باطل کی حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف ہے جو کہ امر محال ہے۔

واضح ہو کہ نوح کا بقول قاضی اگر غیر مقبول ہونے کے لئے بھی عزاداری ہے تو پھر عزاداری کا جواز ہماری موافقت میں نکلتا ہے کہ بہتری تقاضا تھا۔ جبکہ اہل سنت کے مطابق مقبول و غیر مقبول شہید و عام مردہ سب پر رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "چودہ مسئلے"۔

۲۔ نوحہ کے معنی بین کر کے رونا ہے جو شدت اور ... سے ہوتا ہے۔ یہ فطری امر خود دلیل ہے کہ حالت غم میں جذبات کی شدت مغموم کو بے بس کر دیتی ہے اور انسان مضطربی کیفیت میں بیٹھا بھی ہے۔ اگر اس عبارت سے مقصد بیٹھنا اور ... کرنا ظاہر نہیں بھی ہوتا تو بھی آپ نے مروجہ ماتم میں زبان سے ہائے ہائے کرنے کو ماتم تسلیم کیا ہے۔ پس نوحہ اور واویلا کرنا از خود ماتم قرار پایا۔ حضرت نوح کی نوحہ خوانی ہمارے ماتم کرنے کی مستحکم دلیل ٹھہری۔

دلیل نمبر ۹

حضرت ابراہیم بن محمد نے انتقال کیا۔ آنحضرت کو خبر ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گود میں اٹھا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(سیرت النبی حصہ اول ص ۲۲۸)

جواب دلیل از قاضی مظہر حسین — اس کے بعد یہ الفاظ بھی لکھے کہ:

عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اپنے فرزند حضرت ابراہیم کے انتقال پر شفقت کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے تھے لیکن اس سے ماتم وغیرہ کیسے ثابت ہوا؟

۲۔ اور اس تحریر کی بھی کیا ہر سال حضرت ابراہیم کی وفات کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مجلس بپا کی تھی؟

۳۔ حضرت حسین کے ماتمیوں نے کبھی حضرت ابراہیم بن محمد کے ماتم کی مجلس بپا کی ہے؟

میرا جواب — اے ملک صاحب نے اگر یہ الفاظ نہیں لکھے جو آپ نے بتائے تو ... سے آپ نے مدعا پر تو کوئی ... آنسو ... آپ کے ... ٹھہرے۔ کیونکہ عبدالرحمن بن عوف نے سوال کیا کہ ... والی پر تعجب کیا۔ اور حضور نے جواب فرمایا کہ "یہ رحمت ہے" یہ بات تو کسی عزاداری کے لئے دلیل قرار پائی نہ کہ حرمت کا ثبوت۔ چنانچہ میں نے یہ روایت اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں نقل کی ہے۔ اسی کو پیش کرتا ہوں۔

"ابراہیم فرزند رسول کی وفات کے سلسلے میں حالات بیان کرتے ہوئے انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے۔ ابراہیم دم توڑ رہے تھے۔ پس رسول خدا کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری ہوئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! یہ تو رحمت ہے جس کے بعد گریہ بھی ہوتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ آنکھ روتی ہے۔ دل غمگین ہوتا ہے۔ مگر ہم اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کہتے (یعنی اللہ ... سے شکوہ نہیں کرتے) اے ابراہیم! بے شک ہم تیری ک

جدائی سے غمگین اور محزون ہیں۔"

(مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی جلد دوم صفحہ ۴۱)

پس چونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود وقتِ صدمہ گریہ و زاری کی، و بین کیا جو کہ تمام ماتم کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا اس کا تعلق ماتم سے ثابت ہو گیا کیونکہ رونا دھونا اور آہ و فغاں و بین کرنا ماتم ہی کے زمرے میں ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ وہ انسان اولاد کا داغ بھلا نہیں سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کو کفار و مشرکین بے اولاد کہہ کر طعن کیا کرتے تھے یقیناً باپ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابراہیم کی جدائی کے صدمہ کو فراموش نہ کر سکے ہوں گے اور ساری زندگی اس فرزند کا داغِ مفارقت ان کو یاد رہا ہوگا۔ ایسے میں ایک دن کی مجلس تمام کرنے کا سوال اٹھانا محض ضد اور تعصب کا مظاہرہ ہے۔

اگر حضرت ابراہیم کے یوم وفات کی سالانہ مجلس کے انعقاد کا سوال ہے تو پھر ذرا بتا دیجئے کہ رسولِ خداؐ نے رمضان شریف میں کس سال تراویح کی نماز باجماعت ادا کی۔ اگر نہیں کی جیسا کہ حقیقت ہے تو پھر آپ حضرات ہر سال اس کا اہتمام کیوں کرتے ہیں۔ جو جو جواز آپ تراویح کے لئے پیش کریں اسی کے تحت اپنے اس اعتراض کا جواب حاصل کر لیجئے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق تو ہر وہ عمل رسولؐ ہی سنت ہوتا ہے جب تک کہ ممانعت نہ ہو۔

وفاتِ ابراہیمؑ اور شہادتِ حسینؑ میں بہت فرق ہے۔ جب ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو وہ اپنے گھر میں اپنے والدین کے پاس تھے لیکن حسینؑ تو پردیس میں بھوکا پیاسا بے جرم و خطا امت کے اشقیاء کے خنجر سے ساحل میں شہید ہوا۔ لہٰذا حالات و واقعات کی رو سے دونوں سانحے بعید ہیں۔ مرتب ہے۔ باقی صاحب ایم اہلِ بیتؑ کے سوگواروں نے غمِ آلِ رسولؐ سے متعلق ہر چیز

اس بات کے مطابق پیش بندی کرنے کی سعی کی ہے۔ اور ابراہیم کی وفات پر مجلس عزا کا انعقاد ہمارے ہاں ممنوع تو نہیں ہے۔ اگر ہم علم، گہوارہ، ذوالجناح جیسی چیزوں سے غمگساری کر سکتے ہیں اور تمام میت کے لئے مجلس عزا برپا کرتے ہیں تو پھر فرزندِ رسولؐ کی مجلس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے اور حقیقت یہ ہے کہ حسین علیہ السلام کی مجلس عزا دراصل ہمارا ایک احتجاجی عمل ہوتا ہے کہ ازل سے ابد تک تمام اہلِ حق مظلومین کی حمایت کرتے ہیں اور تمام ظالمین کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ یہ ہمارے تمام غموں کا شافی علاج ہے

۳۔ رسمِ زمانہ کے مطابق سالانہ یادگاریں صرف ان لوگوں کی منائی جاتی ہیں جنہوں نے دنیا میں کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہو جس سے انسانیت کو فائدہ پہنچا ہو۔ جس طرح امام حسینؑ نے معرکۂ کربلا میں شہید ہو کر اسلام کے مردہ جسم میں اپنے لہو سے حرارت پیدا کی۔ اگر جناب ابراہیم فرزندِ رسولؐ اپنی عمر شریف کو پہنچ کر کارنامہ سرانجام دیتے تو ہم ان کی یاد بھی بدرجۂ اتم مناتے۔

دلیل نمبر۱

حضرت حمزہؓ کی شہادت پر حضرت رسولِ کریمؐ روئے اور فرمایا کہ آج حمزہ کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر بھی ہر رسول نے اپنی عورتوں سے کہا کہ تم حضرت حمزہ کا ماتم کرو۔ عورتوں نے گریہ کیا اور صفِ ماتم بچھائی۔ آنحضرتؐ نے خوش ہو کر پرسش کر خود گریہ کیا اور عورتوں کو ماتم کرنے کی وجہ سے دعائے خیر دی۔ (کتاب مغازی فتوح الشام صفحہ ۱۰۸۔ سیرت ابن ہشام، سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول)

جرح و قدح

۱۔ اس عبارت میں بھی منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا ثابت نہیں جس سے مروجہ ماتم ثابت ہوتا ہو۔

۲۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ ۳ میں تو یہ الفاظ ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینانِ انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہؓ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں"

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے ماتم میں عورتوں نے رواج کے تحت نوحہ (بین کر کے رونا) شروع کر دیا تھا جس سے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔

۳۔ پمفلٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مبارک نقل نہ کرنا کہ "مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" کیا علمی بد دیانتی نہیں؟

۴۔ کیا پھر ہر سال حضرت حمزہ کی شہادت کے دن صرف گھر کی مجلس بھی قائم کی گئی تھی۔

۵۔ اور کیا آج کل کے ماتمیوں سے بھی کبھی حضرت حمزہ کی مجلس ماتم بپا کی ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

ہمارا جوابی تبصرہ

۱۔ جب بحث برائے بحث کرنا مد نظر ہو تو پھر مرغے کی ایک ہی ٹانگ نظر آتی ہے۔ ہم سخت حیران ہیں کہ لفظ "ماتم" کی موجودگی میں فاضل مجیب تحریر فرما رہے ہیں کہ "عبارت میں منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا ثابت نہیں" حالانکہ ماتم کے معنی ہی رونا پیٹنا ہوتے ہیں مروجہ یا غیر مروجہ۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کوئی کہہ دے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں بار بار ہے مگر اس کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم نہیں ہے جبکہ نماز ادا کرنے کے ذیل میں رکوع و سجود از خود سمجھ لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح

ماتم کے تحت تمام رسومات عزا کا شمول انڈر سٹڈ (UNDER STOOD) ہے۔

۲۔ اب ذرا شبلی کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آپ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند تھیں۔ آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے تھے۔ لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں۔ رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا "اَمّا حَمْزَۃُ فَلا بَواکِیَ لَہُ" یعنی حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں۔

انصار نے یہ لفظ سنے تو تڑپ اٹھے۔ سب نے اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولت کدہ پر جا کر حمزہؓ کا ماتم کرو۔ آنحضرت نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینانِ انصار کی بھیڑ تھی۔ حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری ہمدردی کا مشکور ہوں۔ لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص ایام میں عورتیں مقتول عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں۔ اس واقعہ کے بعد مدتوں تک معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستان غم پہلے شروع کی جاتی۔ یہ پابندی رسم نہ تھی بلکہ حمزہ کی حقیقی محبت تھی۔"

(سیرت النبی حصہ اول بحوالہ طلاح الکونین صفحہ ۲۲)

معترض کا یہ خیال کہ آنحضرت نے ماتم دار عورتوں کو نوحہ کرنے سے روک دیا درست نہیں ہے۔ کیونکہ سیاق و سباق پر معمولی غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ "لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" کا جملہ موضوع ہے کیونکہ یہ کمال ہے کہ پہلے تو رسولؐ خود ہی حمزہ پر ماتم کی خواہش فرمائیں اور پھر خود ہی منع کر دیں۔

[illegible]

گو حضورؐ نے بالفرض منع کر دیا ہوتا تو پھر مدتوں یہ معمول کیوں رہتا
جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو داستانِ حمزہ سے شروع ہوتی۔

حکمِ رسولؐ کے خلاف صحابیات سال کے ایامِ خاص میں ماتم کیوں کرتیں۔ "مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" کا تراشہ ایک جملہ ہے کیونکہ کتب تواریخ میں یہ جملہ نہیں ملتا ہے۔ صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ "حضرتؐ مدینہ آئے تو انصار کے اکثر گھروں سے رونے کی آواز آتی تھی سوائے حمزہ کے گھر کے۔ آپؐ نے فرمایا حمزہ کو رونے والا کوئی نہیں۔ انصار نے اپنی عورتوں سے کہا پہلے حمزہ پر رو لیں پھر اپنے گھروں میں رو لیں۔ چنانچہ وہ شام و عشاء کے درمیان گئیں۔ آدھی رات تک حمزہ پر روتی رہیں۔ حضرتؐ جاگے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ جب حقیقت بتائی گئی تو فرمایا۔ خدا تم سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے راضی ہو۔"

اسی طرح استیعاب میں ہے کہ حضورؐ کے ارشاد کے بعد کوئی انصار عورت کسی میت پر نہیں روئی مگر پہلے حمزہ پر روئی۔ پس رونا ثابت ہوا۔ کسی طرح سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ نے نوحہ کرنے سے منع کیا ہو۔

۳۔ حکمِ قرآن ہے کہ شہید کو مُردہ نہ کہا جائے۔ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہیں۔ لہٰذا رسولِ کریمؐ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ نے معاذ اللہ خلافِ قرآن شہید کو مُردہ کہہ کر "مُردوں پر نوحہ" کرنے کا حکم دیا، شانِ پیغمبرؐ پر بہتان ہے۔ ایک غلط منسوب شدہ جملے کو نقل نہ کرنا علمی بددیانتی نہیں ہے۔ ہاں پوری عبارت کے پہلے پیراگراف کے آخری الفاظ "اما حمزۃ فلا بواکی لہ" اور دوسرے پیراگراف سے "اس واقعہ کے بعد مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستانِ حمزہ سے شروع ہوتی" کے الفاظ نقل نہ کرنا بہت بڑی بددیانتی ہے۔

علمی خیانت کا ثبوت

سیرت النبی کی مندرجہ صدر عبارت ابتدائی ایڈیشن سے نقل ہوئی ہے۔ مگر موجودہ ایڈیشن میں قطع و برید کر کے سخت علمی خیانت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اصل عبارت ہم نقل کر چکے۔ اب محرف شدہ عبارت بھی دیکھ لیجئے اور دیانت و انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ "کاذب" کون ہے؟ یہ تحریف شدہ عبارت ہم سیرت النبی حصہ دوم سن اشاعت ۱۹۷۵ء ناشر۔ دینی کتب خانہ ماہر حبیب اسلامی مطبوعہ کے صفحہ ۲۷۲ سے نقل کر رہے ہیں۔

واقعہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا۔ آپؐ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ کو غیرت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حمزہؓ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔

انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے۔ سب نے جا کر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولت کدہ پر جا کر حضرت حمزہؓ کا ماتم کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینانِ انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہؓ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور فرمایا میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔

نوٹ:۔ اس عبارت کے بعد مصنف کا پورا پیرا جو عربی میں درج تھا سے لے کر "حقیقت میں محبت کی تحریک" تک ہے۔ حذف کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی جگہ خط کشیدہ عبارت لکھی ہے جو اس پر کی گئی ہے جسے مولانا سے منسوب کر دی گئی ہے۔ حالانکہ پہلے ایڈیشن میں یہ عبارت نہیں ہے۔

(عرب میں دستور تھا کہ مُردوں پر عورتیں زور زور سے نوحہ و بین کرتی تھیں۔ کپڑے پھاڑ لیتی تھیں۔ گال نوچتی، گالوں پر تھپڑ مارتی تھیں اور چیختی چلاتی تھیں۔ یہ رسم بد اسی دن سے بند کر دی گئی اور فرمایا گیا کہ آج سے کسی مُردہ پر نوحہ نہ کیا جائے۔ یہ بھی بعد کو ارشاد ہوا کہ اس طرح ماتم کرنا مسلمان کی شان نہیں۔ فٹ نوٹ میں اس سے ظاہر ہے کہ یہ عبارت سید سلیمان ندوی صاحب نے بعد میں اضافہ کر کے لکھی ہے اور اصل عبارت کو تبدیل کر دیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

بالفرض محال اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضورؐ نے فرمایا "مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" تو بھی عزاداری امام حسین علیہ السلام پر اس ممانعت کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اس لیے کہ شہید زندہ ہے اور یہ مُردہ پر نوحہ کی ممانعت ہے۔ پس یہ حرمت عام مُردوں کے لیے ثابت ہوگی جبکہ ہم خود بھی عام میت کے نوحہ و ماتم کو جائز نہیں کہتے ہیں۔

عزاداری پر رسولِ اکرمؐ کا اظہارِ تشکر

منقولہ بالا واقعہ سے حضرت حمزہؓ کے عزاداروں کی نوحہ خوانی پر سرکارِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُن کی ہمدردی اور تعزیت پر شکر گزار ہونا اور ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ انہوں نے جو پسند کیا اُسے رسول اللہ نے پسند کیا۔ ایک ناجائز و حرام فعل کے لیے اظہارِ تشکر بجا لانا اور اسے ہمدردی قرار دینا شانِ رسالت سے بعید ہے۔ یہ شکر گزاری ثابت کرتی ہے کہ اس کے فوراً بعد "مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" والا جملہ بے جوڑ ہے۔ اصل قصہ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ بعد کی اختراع ہے۔ شاید شبلی صاحب کی اس غلطی کو چھپانے کے لیے سید سلیمان ندوی صاحب کو عبارت میں رد و بدل کی ضرورت پیش آئی ہے۔

۴۔ ہر سال حضرت حمزہؓ کی شہادت کے دن مجلسِ عزا کا انعقاد تو رہا ایک طرف، منقولہ بالا عبارت سے تو یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ شہادتِ حمزہؓ کے بعد مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو داستانِ حمزہؓ سے شروع کی جاتی۔ نیز آنحضرتؐ اور خلفائے ثلاثہ (ہشت) کا شہداء کی قبور پر ہر سال بشکل جلوس جانا ہم گذشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں۔

۵۔ ہم ان تمام بزرگواروں کے ایام مناتے اور ان کی یاد میں مجلسیں کرتے ہیں جنہوں نے اسلام اور بانیِ اسلام کی حمایت و حفاظت میں جانیں نثار کی ہیں۔ ہم اکثر مجالس میں حضرت حمزہؓ کا ذکر کر کے ان کی یاد بھی مناتے رہتے ہیں۔ علاوہ بریں اس وقت کلام اس امر کے جواز میں ہے جو بحمدہ تعالیٰ بلا اختلاف قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رکھیں "ہر مباح امر پر عمل کرنا ضروری نہیں"۔

قاضی صاحب! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ شرکت کا یقین دلائیں تو ہم جب کہیں حضرت حمزہؓ کی یاد میں خصوصی مجلسِ عزا کا انتظام کر کے آپ کو دعوت دینے کو تیار ہیں۔ فرمائیے منظور ہوگی یا نہیں؟

دلیل نمبر ۱۱

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات کے سال کو آنحضرتؐ نے عام الحزن یعنی غم کا سال کے نام سے یاد کیا ہے۔

جواب منجانب قاضی مظہر صاحب مگر اس سال کو عام الحزن کا نام دینے کا مطلب یہی ہے کہ ہر سال ان کی وفات کے دن ماتم کی مجالس قائم کی جائیں تو کیا حضرت علی المرتضےٰ حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن اور حضرت حسین نے بھی ہر سال کوئی مجلس قائم کی تھی۔ اور کیا رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے محترم چچا ابو طالب اور اپنی بیوی ملیکۃ الکبریٰ کی وفات کا دن ہر سال مجلسِ ماتم کی صورت

میں منایا تھا؟ اگر نہیں تو پھر کس کی پیروی کرتے ہو؟

ہماری گذارش

ایک مخصوص سال کو بوجہ غم عام الحزن کا نام دینے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ پورا سال رحمت کریم نے اپنے محسن چچا اور محسنۂ اسلام زوجہ کا غم منایا۔ کیا رسول اکرم کا یہ عمل سنت ہے یا نہیں اگر آپ اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں تو اس سنت پر بھی عمل کیجئے کہ رسول نے اپنے محسن رشتہ داروں کا غم منایا۔ پورا سال غم دار رہے۔ اس سنت کو روکنے کی کوشش کسی بھی اہل سنت کو زیب نہیں دیتی جس رسول نے پورا سال غم منایا۔ ان کے لئے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ ان مصائب کو بھول گئے ہوں یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر رسول ان دونوں ہستیوں کو یاد کرتے رہے۔ اور یہ یادگار تک اس حد تک تھی کہ آپ کی زوجہ بی بی عائشہ کو اس سے رشک آنے لگی تھی۔ چنانچہ بی بی صاحبہ خود اقرار کرتی ہیں کہ مجھے خدیجہ کے نام پر بڑا رشک تھا۔ صحیح بخاری کا اعتراف اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آنحضرت نے ساری زندگی خدیجہ کا غم منایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدیجہ کسی صاحب کے سامنے ہی ہوتا ہوگا اور رو کر سامعین کے درمیان ذکر کا نام مجلس ہوتا ہے صاحب چونکہ یہ سلسلہ رفتہ رفتہ پڑ رہا ہے جتنا کہ شہادت حسینؑ کا صدمہ۔ لہٰذا اولیاء اہتمام مجلس عزا سید الشہداء کا جو ثبوت دیا ہو سکا۔ مگر پھر بھی ہم عموماً یوم صدیقہ اور یوم ابی طالب مناتے رہتے ہیں۔ الغرض اصل مدعا فقط یہ ہے کہ غم منانا ماتم کرنا اور عزاداری کا اہتمام کرنا سنت رسول ہے قولاً اور فعلاً جائز کام ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔ اگر شب معراج کو معراج پر جانے کی خوشی ہر سال اس شب کو خوشی منائی جاسکتی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسی یوم مصیبت کی یادگار کو نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ زندگی میں رنج و خوشی دونوں ہی ہیں۔ جب تذکرہ عزاداری اور گریہ ہی اصولی طور پر مستحب اور مستحسن بلکہ سنت قولی و فعلی ثابت ہے تو پھر معلوم نہیں اس کی مخالفت کس جواز پر کی جاتی ہے

جو کسی صاحب کے مصنون ہو سکے کہ اسکی وقت کی پابندی نہیں ہے کہ سے کسی وقت بھی منعقد کیا جائے۔ حالات و ضرورت کے تحت اس پر عمل کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۲

جنگ اُحد میں جناب رسالت مآبؐ کا دانت مبارک شہید ہو گیا جس کی خبر سن کر خواجہ اویس قرنی نے اپنے دانت توڑ دیئے آنحضرتؐ نے اس فعل کو پسند فرمایا اور خواجہ کے لئے دعا کی۔

جواب از قاضی

(۱) یہ روایت لاسند اور بلا حوالہ پیش کی گئی ہے اس لئے اس کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲) اگر اس طرح اپنے دانت توڑنا نیکی ہے اور کار ثواب ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بھی اپنے دانت توڑ دیتے۔ کیا ماتمیوں کے نزدیک خواجہ اویس قرنی کا عشق رسالت حضرت علی سے زیادہ تھا؟

(۳) اگر خواجہ اویس قرنی کی یہ سنت ماتمیوں کو پسند ہے تو پھر سب کا یہ دعوام صلے اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہونے کی یادگار میں اپنے دانت کیوں نہیں توڑ دیتے سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا نہ مرثیہ خواں رہیں اور نہ سوز خواں نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

جواب الکریم

(۱) حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ دندان شکنی اس قدر مشہور اور عام ہے کہ اس کے حوالہ کی ضرورت ہی نہیں۔ تمام مطالبہ پورا کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ مشہور بزرگ اہلسنت شیخ فرید الدین عطار کی معتبر کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں ہے۔ اور اس کے اردو ترجمہ کے صفحہ نمبر ۱۸ پر ہے۔ صاحب سیرۃ حلبیہ نے اسے اپنی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶۹ پر نقل کیا ہے اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں اس واقعہ کو لکھا گیا ہے۔ شیخ فرید الدین عطار تحریر کرتے ہیں کہ:۔

حضرت اویس قرنیؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو کہا۔ اگر تم دوستی میں درست ہوتے تو اس دن جبکہ آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے تو تم نے کیوں موافقت کے لئے اپنے دانت نہ توڑ دیئے۔ کیونکہ یہ شرط موافقت ہے۔ پھر آپ نے دندان دکھائے جو سب ٹوٹے ہوئے تھے۔ در جناب میں جناب کو بلا دیکھے غیبت کی حالت میں چند دانتوں کو آپ کی موافقت میں توڑ ڈالا۔ کہ جب میں ایک دانت توڑتا تھا تو میرے دل کو قرار نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک ایک کرکے میں نے سب دانت توڑ دیئے۔ تذکرۃ الاولیاء صفحہ [illegible]

۲۔ اگر اویس قرنیؓ کا اس طرح دانت توڑنا خلاف شرع ہوتا تو حضرت عمر ان کو ضرور ٹوک دیتے اور ان سے اس طعنۂ دوست و دوستی کا جواب دیتے۔ مگر حضرت عمرؓ خاموش رہے یہ سکوت اس امر پر دال ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک جناب اویس قرنیؓ کا دندان کو توڑنا خلاف شرع نہ تھا بلکہ بہت خوب تھا۔ اور دوستی کا ثبوت بھی تھا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں پر مشکل وقت آیا تو بڑے بڑے نامور صحابی قدم نہ جما سکے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ تک نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ جیسا کہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد اول صفحہ [illegible] پر اعتراف کیا ہے مگر [illegible] کی گھڑیوں میں حضرت [illegible] حال جیسی پر [illegible] حضورؐ کی حفاظت کے لئے [illegible] رہے تھے اور اپنی جان نثار کرنے پر تیار تھے۔ [illegible] کے لئے اپنے دانت توڑنے سے زیادہ ضروری اس وقت دشمن کے دانت توڑنا تھا چنانچہ آپ اپنے رسولؐ کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو میدان سے بھاگ کر چھپ گئے تھے ان کے لئے موقع میسر تھا کہ وہ اپنے دانت توڑ کر اپنی محبت کا اظہار کر دیتے۔ ان کے پاس وقت بھی تھا۔ تنہائی بھی تھی اور پہاڑ کے پتھر بھی تھے۔

جس طرح حضرت [illegible] علیہ السلام کو مخاطب [illegible] کی ملامت کہیں ہے

دانت نہ توڑنا مردود تھا اسی طرح قاضی [illegible] دانت توڑنے کی بجائے دشمن رسالت کو دندان شکن جواب [illegible] کے لئے دانتوں کی ضرورت ہے ورنہ عشق و محبت میں سر پھوڑنا یا دانت توڑنا معمولی بات ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم [illegible] چھریوں اور زنجیروں سے ماتم کرنے میں [illegible] ہوئے انگاروں پر چل کر سینہ کوبی کرتے ہیں تو دانت بھی توڑ سکتے ہیں۔ ہم [illegible] دانت توڑ کر آپ کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر ہونے دیں گے۔ جہاں [illegible] کے ظلم و جور [illegible] مرثیہ خوانی اور سوز خوانی کو روک سکے وہاں آپ کی بڑی [illegible] وقعت ہے۔

انساں کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

دلیل نمبر ۱۳

اسلام دین فطرت ہے اور فطرت انسانی ہے۔ [illegible] پیدائش سے [illegible] رونے سے کرتا ہے۔ دنیا میں ہر مذہب و ملت نے [illegible] رونا ممنوع نہیں ہے جسمانی یا روحانی تکلیف کے پہنچنے پر انسان کے آنسو [illegible] آنسو [illegible] غم کا اظہار بھی ہیں۔

قاضی صاحب کی جوابی عبارت [illegible] پیدائش کے بعد [illegible] کا رونا [illegible] ماتم کی دلیل [illegible] کیسے [illegible] ماتم [illegible] آتا ہے؟

۱۔ اگر بچہ روتا ہے تو [illegible] ہے تو اس فطرت انسانی کے پیش نظر [illegible] مجالس بھی [illegible] جائیں۔ [illegible]

ہمارا جواب ۱۔ قاضی صاحب کی اس [illegible] دلیل سے تو آپ بھی [illegible] کر سکے۔ البتہ بچہ کس [illegible] میں روتا ہے تو اس کا جواب [illegible]

دی جائے گی جس کو آپ وہ روتا یاد ہو گا۔ مگر یہ ہے کہ جب آدمؑ کو جنت سے اس خطۂ ارض پر بھیجا گیا تو آپ اس انتقالِ مکانی پر روئے اور یہی وجہ ہے کہ بنی آدم اس دنیا میں آتے ہی روتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ تو وجہ گریہ ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ رونا فطرت ہے کہ جدائی اور بچھڑنے کے صدمہ پر رونا آتا ہے۔ اور چونکہ رونا مقتضائے فطرت ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رونے کو پسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

"کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو؟"

ارشادِ باری تعالیٰ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ رونے کو پسند کرتے ہوئے رونے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مخالفت میں مضحکہ خیزی کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ندامت و پشیمانی میں، حوادث و آلام میں اور مصائب و تکالیف کی حالت میں گریہ و زاری کرنا خاصانِ خدا کا شعار رہا ہے۔ اور چونکہ "رونا" ماتم کا معاون عمل ہے لہٰذا ماتم کی دلیل قرار پایا۔

۲۔ مجالس رونے کی نہیں بلکہ رونے کے لئے ہوتی ہیں۔ ایسے مقدس اجتماع کیسے جن میں خدا، انبیاءؑ، آئمہؑ اور بزرگانِ دین کے تذکرے ہوں۔ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فضائل و مصائب کا بیان ہو۔ قرآن کی آیات کی تلاوت ہو۔ درود شریف اور احادیث نبوی پڑھی جاتی ہیں۔ ایسی پاکیزہ محافل کو شراب و ربا خانہ کی مجالس سے تشبیہ دینا عقل سے عاری، تہذیب و اخلاق سے کورا اور دشمنِ حسینؑ ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یہ پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

۳۔ اگر معترض کو کسی ناپاک محفل پسند ہوں تو بندہ نوازی کی ملا ہے یہ خدمت کرنے کے لئے تیار ہے مگر ہم وہ برداشت نہ کر سکیں گے۔

دلیل نمبر ۱۴

جیسا کہ کربلا سانحہ ۶۱ھ کو واقع ہوئی ہے سانحۂ کربلا کے وقت اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہ تھی۔ قاتلانِ امام حسینؑ دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکے تھے۔ آج امام حسینؑ کا ذکر اور ان کی حمایت کرنا گویا امام مظلوم کا ساتھ دینا ہے۔ اور حسینیت کی مخالفت کرنا یزیدیت کی حمایت کرنے کے برابر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تحقیق میرا یہ فرزند حسینؑ زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسینؑ کی مدد کرے۔

(ینابیع المودۃ باب ۶۰)

قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب

۱۔ ماتم کرنے کو امام حسینؑ کی حمایت سے کیا تعلق ہے۔ حسینیت تو یہ ہے کہ امام حسینؑ نے جس شریعت اور سنتِ مقدسہ کے لئے اپنی جان قربان کی تھی۔ اسی کی اتباع کی جائے۔ اور اعمالِ صالحہ کو رائج کیا جائے۔ شرک و بدعت اور بت پرستی کے مظاہر کو مٹایا جائے۔

امام عالی مقام کو دعوت دینے والے بھی کوفی ہیں۔ اور یزیدیت کی حمایت میں شہید کرنے والے غدار بھی کوفی لوگ ہی ہیں جو ماتم امام حسینؑ نے ساری عمر نہیں کیا اس کا ارتکاب حسینیت کی حمایت ہے یا مخالفت؟

۲۔ اخبار ماتم صفحہ ۹۶ میں ہے کہ سب سے پہلے شہادت حسینؑ کا ماتم یزید کے گھر میں اس کی بیوی ہندہ نے برپا کیا تھا۔ اب یہ بتلانا آسان ہے کہ حسینیت کیا ہے اور یزیدیت کیا؟

جوابِ مشتاق

۱۔ یہ تو دیکھئے انصاف سے سوال کرکے جواب طلب فرمایئے کہ کسی عزادار گھرانے سے اظہارِ تعزیت کرنا۔ اُن کے غم میں شریک ہونا، حمایت ہے یا مخالفت۔ خدا کی قسم ایک بھی صاحبِ ہوش ایسا نہ ہوگا جو ایسے ہمدردانہ جذبات کو مخالفت قرار دے۔ مگر جب عقل ساتھ چھوڑ دے۔ ہوش اُڑ جائے اور تعصّب، عناد کرکے دین کو معطّل کر دے تو ہر ایک بات ہی غلط محسوس ہونے لگتی ہے۔ امام حسینؑ کی یاد منانا، کارنامۂ حسینؑ کا تذکرہ کرنا، جذبۂ محبت میں سرشار ہو کر گریہ و بکا اور نوحہ و ماتم کرنا اگر حمایت نہیں تو بتلایئے حسینؑ کے ذکرِ شہادت کا بیان کرنا اور اُن پر حرام قرار دینا حمایت ہے۔ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے۔

امام حسینؑ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا بدرجۂ حسینیت ہے۔ مگر عزاداری کرنے سے اس پہلو کو کیا نقصان ہے۔ کیا اُن کی غمگساری کے عالم میں ایسا اتباع و پیروی بطریقِ احسن نہ ہوگی۔ باقی اعمالِ صالحہ کو رائج کرنے کا کام تو رسولِ کریمؐ اپنے فرضِ منصبی کے مطابق پورا فرما گئے۔ ہم اعمالِ صالحہ کو رائج کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم تو صرف ان اعمال کو اپنا کر صالح بن سکنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ باقی رہی بات شرک و بدعت اور بت پرستی کی تو اس کے نظارے بھی دیکھ چکے ہیں۔ عالمِ اسلام میں کوئی جماعت ان پر عامل نہیں۔ یہ محض آپ جیسے حضرات کی مہربانی ہے کہ اہلِ توحید کو بے وجہ مشرک و بدعتی بتاتے رہتے ہیں۔ ورنہ اس کا کوئی ٹھوس یا کمزور ثبوت اس سلسلہ میں آپ کے پاس نہیں ہے۔

امام حسینؑ کو اہلِ کوفہ نے دعوت دے کر شہید کرکے غداری کی تو ہم اُن پر صبح و شام لعنت کرتے ہیں۔ جبکہ آپ کے ہاں ان کو ثقہ تک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور قاتلِ امام حسینؑ جیسے شخص سے آپ کے امام بخاری نے روایت نقل کی ہے۔ افسوس ہے کہ کسی راوی کا محض شیعیت سے متہم ہونا اس کی بے اعتباری کے لئے

ہی ہوتا ہے جبکہ شمر بن ذی الجوشن قاتلِ امام پاکؑ جیسے ملعون سے آپ کے امام روایت قبول کر لی ہے۔ اب بتایئے حسینیت کی حمایت وہ لوگ کرتے ہیں جو قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو اُن ملاعین کو معتمد سمجھتے ہیں۔ حمایت و مخالفت بعید خود کر لیجئے۔ باقی رہ گیا یہ سوال کہ امام حسینؑ نے ساری عمر ماتم نہ کیا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنا ماتم نہیں کرتا ہے۔ تاہم امام حسین علیہ السلام نے اپنے جدِّ امجد سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پدرِ بزرگوار سید الاولیاء امیر المومنین علی علیہ السلام، والدہ ماجدہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور برادرِ محترم امام حسن علیہ السلام کے سانحہ ہائے رحلت پر جی بھر کر ماتم برپا کیا۔ آئندہ صفحات میں ہم ایسے شواہد پیش کر رہے ہیں۔

پس حسینیت یہی ہے کہ حسینؑ کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے ان کے مصائب پر عزاداری کر کے ان کے معاندان کی مخالفت کی جائے۔ یہی اُن کے موقف کی حمایت ہے۔ واضح ہو کہ بغیر محبت کے ان کے اسوہ کی پیروی کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور محبوب کی یاد کا ہر وقت دل میں ہونا لازمی امر ہے۔ عاشق کی زبان پر صبح و شام اس کے معشوق کا نام رہتا ہے۔ وہ لوگ جو حسینؑ کا ذکر بند کرانا چاہتے ہیں ان کا یہی منشا ہے کہ لوگ حسینؑ کا نام نہ لیں اور یہ سیدھی بات ہے کہ اب کرنا حمایت نہیں بلکہ کھلی مخالفت ہے۔

۲۔ "خمارِ غم" نامی کتاب ہمارے ہاں کوئی معتبر کتاب نہیں ہے کہ جسے حجت مان لیا جائے۔ علاوہ ازیں یزید کا ماتم کرنا علمائے شیعہ میں ایک متنازعہ واقعہ ہے۔ تاہم اگر صحیح بھی ہو تو اس سے عزاداری کرنا مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یزید کے گھر میں قرآن خوانی بھی ہوئی اور نمازیں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ ایک نیک عمل کا وقوع کسی بدکار گھر میں ہو جانا اس عمل کے استحباب و سنّت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔ ویسے یزید کے بیٹے معاویہ ثانی نے اپنے باپ اور دادا پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ لہٰذا ہمیں یزید کی ذات یا اس کے خاندان سے کوئی

خالی یا نسبی پرخاش نہیں۔ گویا اگر یزید زنا زادہ فرعون ہے کہ حسین موسیٰ ہو گئے تو پھر تو جواز یزید کی تعزیت اور ماتم داری بھی قابل تعریف ہوگی۔ موسویت اور فرعونیت کا فیصلہ کر کے اسی کو حسینیت اور یزیدیت پر منطبق کر کے تسلی کر لیجئے۔

دلیل نمبر ۱۵

فریقین کی معتبر روایتوں میں ام المومنین عائشہ، جابر بن عبداللہ اور انس وغیرہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا جو شخص کربلا میں امام حسین کی زیارت کرے درآنحالیکہ ان کے حق کو پہچانتا ہو تو اس پر بہشت واجب ہوتا ہے۔

بیان قاضی جی

۱۔ فریقین (یعنی سنی اور شیعہ) کی کتابوں کا حوالہ نہیں لکھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ روایت کیسی ہے۔

۲۔ امام حسینؓ کے مزار کی زیارت کرنے سے ماتم کا عبادت ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

۳۔ جو شخص امام حسینؓ کے صبر اور نماز کی پیروی نہیں کرتا اور سنت کا تارک ہے اور بدعات کا مرتکب ہے وہ امام حسین کا حق پہچاننے والوں میں شامل ہی نہیں ہو سکتا پھر جنت کا مستحق کیسے ہو گیا؟

بیان راقم

۱۔ شیعہ حوالہ تو آپ کو قبول نہ ہوگا ورنہ کتب زیارات میں اس مضمون کی کافی روایات موجود ہیں۔ مثلاً کامل الزیارات وغیرہ۔ ملک صاحب نے سنی سے مراد بریلوی فرقہ لی ہے۔ جن کا عمل از خود شہادت دلیل ہے۔ رہ گیا دیوبندی کتاب کا حوالہ تو اس کی امید کم ہے۔ البتہ، "سوانح ابرار علماء" میں اس مطلب کی حدیثیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

۲۔ دلیل ماتم کو عبادت ثابت کرنے کے لئے پیش ہی نہیں کی گئی ہے۔ مصنف

صرف زیارت امام حسینؓ سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کا ماتم سے بظاہر کوئی واسطہ نہیں۔ سوال گندم جواب جو ہے۔

۳۔ آپ نے دبے لفظوں میں تسلیم کیا ہے کہ وہ شخص جو حق حسینؑ کی معرفت رکھے مستحق جنت ہو گیا۔ جبکہ سنت کا تارک اور بدعات کا مرتکب حق شناس ہی نہیں لہٰذا اس کے لئے اس میں کوئی مفاد نہیں۔ لیکن یاد رکھیے کہ معرفت کے بغیر قرب، قرب کے بغیر محبت اور محبت کے بغیر معرفت ممکن ہی نہیں۔ وہ محبت کا عام درجہ یہ ہے کہ محبوب کا نام ہر وقت زبان پر رکھے۔ پس خود فیصلہ کیجئے کہ ذکر حسینؑ کو حرام قرار دے کر محبت کا دعویٰ کس طرح سچا ہو سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۶

حضرت محمد رسول اکرم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حسین پر ان کا حق پہچانتے ہوئے روئے اس پر جنت واجب ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب کا جوابی بیان

۱۔ اس روایت کا بھی حوالہ نہیں پیش کیا گیا۔

۲۔ پھر اس میں ماتم مروجہ کا تو کوئی ذکر نہیں۔

۳۔ اگر صرف رونے سے جنت ملتی ہے تو پھر شریعت کی کیا ضرورت ہے۔

۴۔ آئمہ اہل بیت امام زین العابدین، امام محمد باقر، اور امام جعفر صادق نے ایسی مجالس ماتم کیوں قائم نہیں کیں بلکہ ان امور کو حرام قرار دیا جیسا کہ آئندہ حوالہ جات میں پیش کیا جائے گا۔

محرر کا بیان

ایسی مشہور روایت کے لئے حوالہ کی ضرورت تو نہیں بہر کیف ایسی متعدد روایات میں سے چند پیش خدمت ہیں:۔

بلسنت ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ:-

"جس شخص کی آنکھوں نے امام حسینؑ کی شہادت پر آنسو بہائے خواہ ایک قطرہ اشک ہی ہو اس کا مقام جنت ہے۔"

مولوی محمد حسین فرنگی محلی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں یہی روایت مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے صفحہ ۳۰۵ پر نقل کی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی مشہور تصنیف "اصابہ" کی جلد نمبر ۔ صفحہ ۲۲۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ فرمایا رسولؐ نے کہ کوئی بھی بندہ میرے فرزند حسین پر روز عاشورہ روئے اللہ اس کو روز قیامت اولو العزم رسولوں کی معیت میں بہشت میں جگہ دے گا۔ اور یہ بھی ارشاد کیا کہ یوم عاشورہ کو گریہ زاری کرنا قیامت کے دن نور تام ہوگا۔ مولوی مہدی علی حنفی نے لکھا ہے کہ "جو حسین پر روئے اور رلانے والا ہوگا واجب ہوگی اس پر بہشت۔" (انیس الذاکرین صفحہ ۱)

۲۔ جب ماتم کے معنی ہیں گریہ و بکا و غم ہے تو پھر مروجہ ماتم کے ذکر کا سوال ہی جہالت پر مبنی ہے۔

۳۔ ملک غلام عباس صاحب کی دلیل میں پیش کردہ روایت میں قطعاً یہ تحریر نہیں ہے کہ محض رونے سے جنت ملتی ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ حسین کا حق پہچان کے رونے سے جنت حاصل ہوتی ہے۔ اور خود قاضی صاحب نے گزشتہ دلیل کے جواب کے تیسرے پیرے میں حق شناسی کی تعریف یہ کی ہے کہ بے صبر، تارک صلوۃ و روزہ حق شناس ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر آہ و بکا وہی کرے گا جس کے دل میں حسین کی محبت ہوگی۔ محبت اہل بیت و اتباع کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا محب حسینؑ یقیناً سیرت حسینؑ کا پیروکار بھی ہوگا۔ اور حسینؑ کی پیروی ہی دراصل شریعت محمدیہ کی پیروی ہے۔

۴۔ آئمہ اہل بیت کی عزاداری کے اثبات آئندہ اپنے مقام پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے مجالس ماتم تا قائم فرمائیں اور ان امور کو حرام قرار دیا۔ مفصل بحث آئندہ آرہی ہے۔ مطمئن رہیں۔

دلیل نمبر ۱۷

حضرت امام حسینؑ کا غم وہ غم ہے جس پر انسان تو کجا جن و ملک، چرند و پرند، آسمان و درخت سب نے گریہ کیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آسمان حضرت امام حسین پر چالیس دن تک روتا رہا۔ (ینابیع المودت مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۹۲ از علامہ شیخ سلیمان حنفی قندوزی)

ثابت ہوا کہ مرثیہ پڑھنا۔ رونا اور ماتم کرنا انبیاء کی سنت اور سیرت اصحاب رسول اکرم ہے۔

الجواب

۱۔ ینابیع مودت حنفیوں کی کوئی مستند کتاب نہیں۔ پھر قرآن و حدیث کے صریح ارشادات کے خلاف ایسی روایتیں کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہیں۔

۲۔ اس عبارت میں بھی منہ پیٹنے اور سینہ کوبی کا کوئی ذکر تک نہیں۔

۳۔ کیا فرشتوں کی فطرت بھی رونا اور ماتم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ۔

۴۔ کیا سب اہل زمین و آسمان ماتم کرتے ہیں؟

جوابی التماس

"ینابیع المودات" نامی کتاب کا ذکر غلام عباس صاحب نے تو کیا ہی نہیں ہے۔ البتہ "ینابیع المودۃ" قسطنطنیہ کے مفتی اعظم علامہ شیخ سلیمان حنفی قندوزی کی تحریر ہے جسے آپ کے مستند ماننے پر ہمیں کوئی افسوس نہیں کیونکہ یہ آپ لوگوں کا بہت پرانا

شیوہ ہے کہ بوقت ضرورت آپ اپنی ہر کتاب ہی کا نہیں بلکہ اکثر آیات قرآن کا انکار کر دیتے ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح دستیاب نہیں ہو سکی جس میں ممانعت عزاداری کی صراحت ہو۔

بہرحال آپ کے چند علماء مثلاً علامہ ابن اثیر جزری، علامہ ابن سعد، علامہ ابن حجر، سبط ابن جوزی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہم جیسے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ان روایات کا ذکر کیا جن میں کائنات کی ہر شے کے غم حسینؑ میں عزادار ہونے کے شواہد موجود ہیں۔ مثلاً علامہ ابن حجر مکی رقمطراز ہیں کہ "ابو سعید کہتا ہے قتل حسینؑ کے دن جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔ اور آسمان نے بھی خون برسایا جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ روز قتل حسینؑ ہمارے مٹکے خون سے پر تھے۔" صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۲

تفسیر جلالین صفحہ ۴۱۱ حاشیہ نمبر ۲۴ مطبوعہ کراچی میں ہے:

"فما بکت علیہم السماء" کے ماتحت بقول سدی تحریر ہے کہ "لما قتل الحسین ابن علی بکت علیہ السماء" یعنی جب امام مظلوم قتل ہوئے تو ان کی شہادت پر آسمان رو دیا اور آسمان کا رونا اس کا سرخ ہو جانا غیظ و غضب سے خون خشک بہانے کی دلیل ہے۔

حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں امام شعبی، زہری اور ابو قتادہ کی اسناد سے لکھتے ہیں: "امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تو سورج میں گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ تارے نکل آئے۔" (واقعات کربلا صفحہ ...)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب "سر الشہادتین" کے صفحہ ۹۶ پر جنات کا نوحہ و بکا کرنا بیان کیا ہے۔ اور جو مرثیہ جنات نے روتے ہوئے امام حسینؑ پر پڑھا اس کے اشعار نقل کئے ہیں۔ جنوں کا نوحہ ام المومنین بی بی ام سلمہ نے بھی سنا ہے (صواعق محرقہ، سر الشہادتین)

سر الشہادتین پر تحقیقی آثار کے شواہد کتب میں محفوظ ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر شے نے مظلوم کربلا کا سوگ منایا۔ جہاں رونے آہ و بکا کرنے، نوحہ و مرثیہ خوانی کرنے کی سنت ہوگی وہاں سینہ زنی و سر پیٹنا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے۔

۳۔ فرشتوں کی فطرت رونا پیٹنا ہے یا نہیں؟ ہم اس کا جواب نہیں دیتے بلکہ اس اعتراض کو اہل سنت کے پیران پیر غوث الاعظم حضرت عبد القادر جیلانی کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں۔ چنانچہ گیارھویں والے پیر دستگیر اس کا جواب اپنی مشہور کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ان الفاظ سے دیتے ہیں۔

"ھبط علی قبر الحسین بن علی یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیامۃ" یعنی خدا کی طرف سے روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ اقدس پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے جو قیامت کے دن تک امام مظلوم پر گریہ و زاری کریں گے۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۰۲)

اب معاذ اللہ کے فرشتوں کی فطرت کا سوال اپنے غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت جیلانی سے پوچھئے یا اللہ سے۔ ہم ایسے سوالات کا جواب نہیں دیتے۔

۴۔ ہر سال کیا آسمان تو ہر شام روتا ہے جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ آسمان کی سرخی (شفق) جو روزانہ شام کو ہوتی ہے۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہ تھی۔

ابن سعد کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ "حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آسمان کے کنارے چھ ماہ تک سرخ رہے۔ اس کی یہ سرخی مستقل ہو گئی۔ جو شام کو دکھائی دیتی ہے۔" یہی آسمان کا ماتم ہے۔

بلکہ زنجیری ماتم ہے جو روز ہوتا ہے۔
(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر قدیم ص۱۱۶ بحوالہ فروع الکافی)

زمین کا ماتم جس سے ظاہر ہے کہ آج بھی وقت شہادت روز عاشورہ خاک کربلا سرخ ہو جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۱۸

اے منکرِ غم گرچہ میرے پیر نہ ہوتے
مسمار محل دین کے تعمیر نہ ہوتے
حسین کی قربانی سے زندہ ہے اسلام
مٹ جاتا اگر دنیا میں شبیر نہ ہوتے

قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب آخر

۱۔ ان اشعار میں تو دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔

۲۔ اس کو ماتم سے کیا تعلق۔

۳۔ کیا دین کے محل میں رحمت العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ماتم کی اینٹ بھی لگائی ہے یا دین کا محل نماز، روزہ، صبر و رضا جیسے اعمال صالحہ سے تعمیر کیا ہے؟

ہماری معروضات

۱۔ اشعار میں، لاشبہ دعویٰ ہے مگر یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطر عنوان نجات ما نوشت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز — تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیک دور افتادگاں — اشک ما بر خاک پاک او رساں

۲۔ حسین علیہ السلام کی شہادت نے اسلام کے مردہ جسم میں روح حیات

پھونکی۔ ماتم نے اس بے نظیر قربانی کو آج تک زندہ رکھا۔ ذکرِ حسینؑ اور ماتمِ حسینؑ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں حسینؑ کے مصائب کا ذکر ہوگا وہاں ماتمِ حسینؑ خود بخود برپا ہوگا۔

۳۔ یہ تنگ دل مُلّا کی کوتاہ فہمی ہے کہ اس نے دین کو تسبیح و مصلّٰی تک محدود کر رکھا ہے۔ لیکن سرورِ دو عالم سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دین کے محل کو تعمیر کیا۔ اس میں سماجی و معاشرتی فلاح کے مجسمے بھی بنائے۔ آپ نے ایسا معاشرہ مثلاً تشکیل دیا جس میں رہن سہن اور باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے عمدہ طریقے تعلیم فرمائے۔ بین الاقوامی مدنیت اور شہری اخلاق کے تمام ضابطے اس معقول حکمت عملی پر متفق ہیں کہ وقت مصیبت اظہار افسوس کیا جائے۔ غم کے اوقات میں تعزیت کے جذبات کا اظہار کیا جائے۔ اس سے باہمی اخوت، آپس کی محبت اور یگانگی اور خلوص کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس کے برعکس اگر بوقت صدمہ کسی ملول کے ساتھ بے رخی، عدم توجہگی اور اظہارِ مسرت کے ساتھ پیش آیا جائے گا تو اسے انتہائی سنگدلی اور عداوت سے تعبیر کیا جائے گا۔ انتقال پُرملال تو بعد کی بات ہے اسلام تو معمولی مریض کی عیادت و مزاج پرسی سے غفلت کی باز پرس کرتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسے معتدل رشتوں والے دین کو یہ کہہ کر بدنام کیا جائے کہ اس کی اخلاقی سماج پر کوئی بخشش نہیں ہوتی۔ اگر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ صدمہ کے اوقات پر مرہم نہ رکھا جائے۔ تو ایسے دین کو آج کی دنیا دین بے رحم سے یاد کرے گی۔ چنانچہ احادیث و روایات میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردارِ مقدس سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اظہارِ تعزیت، ماتم و دلسوزی اور سوگواری ایسے اعمال ہیں جن سے اسلامی معاشرہ میں بھائی چارہ، امن و سلامتی اور پُرخلوص دوستی کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اگر محض نماز، روزہ اور دیگر عبادات ہی دین کیلئے کافی ہوتیں تو پھر رہبانیت کی مخالفت کر کے اسلام مادی دنیا کی جانب توجہ نہ کرتا۔

اور جس پاک معاشرہ کی تشکیل رسول پاکؐ نے کی تھی۔ اُمت کے ناہنجار افراد نے اس کی بنیادیں بڑی جلدی کھوکھلی کر دیں۔ بنی اُمیہ کے قیصر و کسریٰ نے اس مقدس محل کو اس طرح متزلزل کیا کہ وہ منہدم ہونے سے بال بال بچا۔ اگر حسینؑ سہارا نہ دیتے اس کا حشر بھی آثار قدیمہ کے مطابق ہوتا۔ گویا امام حسینؑ کی قربانی منہدم اسلام کی تعمیر کی بنیادی اینٹ تھی۔ عزاداری اس مایۂ ناز قربانی کی یاد تازہ کرنے کا انتہائی ہمدردانہ طریقہ ہے۔ چنانچہ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال جو ہر دو برس ماتم کیا کرتے تھے اس کا آخری شعر یہ تھا

از فکرِ قیمت رہیدم
جنسِ غم آلؑ تو خریدم

یعنی مولا! میں عاقبت کی فکر سے چھوٹ گیا ہوں۔ کیونکہ میں نے آپ کی آلِ پاکؑ کے غم کی جنس کو خرید لیا ہے۔

الغرض ہر سال بلکہ ہر وقت حضرت سید الشہداء سرکار امام حسین علیہ السلام کے غم منانے کی تجدید و تاکید اشد ضروری ہے۔ تاکہ پرستاران بنی اُمیہ اس داستانِ معرکۂ حق و باطل کو طاقِ نسیاں میں نہ رکھ چھوڑیں۔ یہ فرزند رسولؐ کی شہادت ہے۔ محبت جگر بتولؑ کا بے جرم و خطا بے یار و مددگار قتل عمد ہے۔ وہی رسولؐ کے نور نظر کی بے مثال قربانی ہے۔ بھول جانے والی کہانی نہیں۔ لاپرواہی اور بے اعتنائی کا مقام نہیں۔ جو لوگ اس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا تو وہ محبت حسینؑ سے بے بہرہ ہیں۔ یا پھر قاتلانِ حسینؑ اور ظالموں کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ عزاداری حسین سے نہ ہی کسی کو کسی طرح سے کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی تکلیف۔

عزاداری حسین علیہ السلام شرعاً، عقلاً، اخلاقاً، تہذیباً، تمدناً اور ثقافتاً ہر لحاظ سے جائز، مباح اور موجب ثواب ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس کے بجا لانے کی مزید توفیق عطا کرے اور مخالفین کی اصلاح کرے۔ (آصف)

خلاصہ جوابات (قاضی)

یہ ہے کہ مذکورہ ۱۸ دلائل میں سے کسی ایک دلیل سے بھی مروجہ ماتم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ ماتم عبادت ہوتا تو اولاً قرآن میں اس کا حکم صریح ہوتا اور ثانیاً احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہوتی۔ ونعوذ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتم کی مجالس بپا کرتے جیسا کہ نماز، روزہ وغیرہ عبادات پہلے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہیں۔

جوابی تبصرہ

یہ فیصلہ قارئین پر منحصر ہے کہ مذکورہ ۱۸ دلائل سے ماتم ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن قاضی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا جواب "جناب سید واصف حسین صاحب نقوی کی زبان سے سن لیجیے۔ اولاً بقول شما۔

"اگر قرآن حکیم میں ماتم کے جواز کی نص صریح موجود نہیں ہے۔ تو آپ ماتم کے حرام ہونے کی صریح نص پیش کر کے شیعان علی سے ایک لاکھ کی کثیر رقم انعام میں حاصل کریں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ قرآن مجید سے ماتم کا حرام ہونا کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اصولاً یہ ثبوت پیش کرنا بھی حرمت کے قائلین کا فریضہ ہے کیونکہ جب

کسی چیز کی حرمت ثابت نہ ہو جائے تب تک شرعی قواعد کی رو سے جائز و مباح سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اصولِ فقہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کل شئی مطلق حتیٰ یرد فیہ نہی یعنی جب تک شرعی ممانعت وارد نہ ہو اس چیز کو مباح سمجھا جائے۔

ثانیاً کسی ایسی حدیث سے جو بلاشبہ زبان مبارک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلی ہو ماتم کا ناجائز و حرام ہونا۔ انشاء اللہ العزیز کبھی ثابت نہ ہو سکے گا سوائے ایسی حدیث کے جو اموی حدیث ورکس (فیکٹری) میں تیار کی گئی ہو لیکن ایسی حدیث جو قرآن سے مطابقت نہ رکھے کسی مسلمان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

ثالثاً جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کی عملی تعلیم دی ویسے ہی اپنے مہربان چچا حضرت ابوطالبؑ اور اپنی جاں نثار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے سال وفات کو... عام الحزن کا نام دے کر پورا سال بھر غم منا کر یونہی اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؑ پر خود رو کر مدینہ کی انصاری عورتوں کو ماتم کا حکم دے کر نیز اپنے فرزند جگر بند حضرت ابراہیم پر چشم مبارک سے اشک غم بہا کر گریہ و بکا کی سنت قائم کر دی۔

رابعاً آپ ہر سال مسلسل رہے تھے احد کی گھاٹی میں شہدائے احد پہ فاتحہ پڑھنے اور دعا کرنے کے لئے جانا۔ غم شہداء میں ہر سال جلوس نکالنے کی عملی تعلیم نہیں تو اور کیا ہے؟؟

دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لئے تو اس میں سنت نبوی کے جلوے نظر آتے ہیں مگر سہ
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

مروجہ ماتم کے ناجائز اور حرام ہونے کے دلائل

(از قاضی مظہر حسین صاحب)

قرآن مجید میں کتنی آیات ایسی ہیں جن میں ایمان والوں کو صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ اے ایمان والو! مدد حاصل کرو تم ساتھ صبر اور نماز کے۔ بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ (بقرہ)

۲۔ اور پیمان وہ ہیں جو سختی، تکلیف اور لڑائی میں صبر کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔ (پ ۲)

۳۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ صبر کرنے والے سچے اور متقی ہیں۔ کسی جگہ نہیں فرمایا کہ صبر چھوڑنے والے اور سینہ کوبی کرنے والے سچے و متقی ہیں۔ یا ماتم کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

۴۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کیا اور وہ بھلائی سے برائی کو مٹاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے عاقبت کا گھر در بہشت ہیں۔ (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد رکوع ۳)

اس آیت میں نماز پڑھنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے نہ کہ ماتم کرنے والوں کو۔

جوابی دلائل

۱۔ سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ مراد ری معانی صبر نہیں ہے۔ اور حکم صبر

حالت عزاداری کی دلیل قرار نہیں پا سکتا ہے۔ اگر رونا دھونا صبر کے خلاف ہے
پھر قرآن میں سورۂ بنی اسرائیل میں کیوں کہا گیا ہے کہ گریہ زاری خشوع میں
اضافہ کرتی ہے۔ (دیکھئے چودہ ستارے صفحہ ۵۵)

پس تینوں آیات جو صبر سے متعلق ہیں ماتم کے حرام یا ناجائز ہونے کی
دلیل میں ہرگز پیش نہیں کی جا سکتی ہیں۔

۲۔ اگر عزاداری صبر کا متضاد ہے تو براہِ نوازش آیات کا ترجمہ اس
مفہوم سے کر کے عبارت کا ربط قائم رکھ کر دکھائیے۔

۳۔ اگر ماتم بے صبری ہے تو پھر جواب دیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام
کی طویل المدت ماتم داری جو کہ اس حد تک تھی کہ بقول قرآن مجید قریب بہ ہلاکت
تھی اُسے صبر جمیل کیوں کہا گیا۔

۴۔ قرآن حکیم سے تو غم منانا، سوگوار ہونا صبر کے اعلیٰ مدارج میں داخل
ثابت ہے یعنی صبر جمیل ہے۔

۵۔ بوقت رنگین جذبات سے خدا سے دعا کرنا۔ نماز میں بحضور خداوند
کریم گڑگڑانا۔ رو رو کر خضوع و خشوع میں اضافہ کر کے حاجت طلب کرنا تو
عابدین کرام کا شیوہ رہا ہے۔ اگر گریہ ناجائز ہے تو پھر خاصانِ خدا نے اس
فعلِ حرام کا ارتکاب عین حالتِ عبادت میں کیوں کیا؟

پس آپ کا خود ساختہ مفہوم لغو ہے کہ عزاداری بے صبری ہے۔
یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں مستعمل لفظ کا ترجمہ بعض علماء نے
ہائی الفاظ کیا ہے۔

"اے مسلمانو! قوت پکڑو، ثابت رہو اور نماز سے اللہ کی راہ میں
بے شک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے۔" (ترجمہ شاہ عبد القادر محدث دہلوی)

فی الحقیقت یہاں صبر کے معنی استقامت و ثابت قدمی ہی کے ہیں کیونکہ
اس آیت میں جہاد کا تذکرہ ہے۔ اللہ تو یہ بہت ہی مسلمانوں کو پُر عضو کرنے
کا حکم دے رہا ہے۔ اور آپ صاحب اس کو ماتم نہ کرنے کی دلیل بنا رہے ہیں
یہ اللہ کی بات دیں یا قاضی جی کی۔

اسی طرح دوسری آیت شریفہ کا ترجمہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی
تھانوی سے پوچھ لیتے ہیں۔ آپ نے بتایا ہے کہ

"جو لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی و بیماری اور قتال میں یہی
لوگ (سچے) متقی (سمجھے جا سکتے ہیں)"

اسی آیت کا ترجمہ شاہ عبد القادر محدث یوں کرتے ہیں کہ

"جو ٹھہرنے والے سختی اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی سچے
ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے۔"

یہاں بھی شاہ صاحب کا ترجمہ صحیح ہے۔ کہ جہاد میں جتنی سختی ہو جنگ
میں جتنی تکلیف کا سامنا ہو۔ میدان میں ڈٹے رہو۔ مت گھبراؤ [illegible]
جاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی صبر سے مراد جہاد میں ثابت قدمی
ہے اور میدانِ جنگ سے فرار بے صبری ہے لہٰذا مجاہد جو فرار کے سامنے اللہ
ہے وہ وہی سچے اور متقی ہیں۔ بھگوڑے بے صبر ہیں ان کے جہاد کا خدا و سچ
اور تقویٰ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

اب چونکہ ماتم نہ کرنا صبر ہونے کی دلیل ہی نہیں لہٰذا سید الشباب اہل الجنہ
حضرت امام حسینؑ کے ماتمی سچے اور متقی ہیں اور یقیناً اللہ ماتم کرنے والوں
کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ماتمی منتظرہ کے ساتھی ہیں۔ اور ماتم کے دشمن لہٰذا
[illegible] ہے منتظرہ گروہ کا ساتھی ہے۔

٣- اب قاضی صاحب کی نقل کردہ تیسری آیت کا ترجمہ بھی شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

"اور وہ جو ثابت رہے، چاہتے توجہ اپنے رب کی۔ اور کھڑی رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دیے میں سے چھپے اور کھلے، اور کرتے برائی کے مقابلے میں بھلائی ان لوگوں کو ہے پچھلا گھر۔"

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ یوں ہے:-

"یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر بھی کر کے خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں۔ اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے لئے ہے۔"

اگر ان مختلف تراجم پر تعصب اور تنگ نظری کو دور کر کے ایمانداری سے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق مروجہ یا غیر مروجہ ماتم سے کسی طرح بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی تفسیر بالرائے کر کے ان آیات کو ماتم کے حرام و ناجائز ہونے کی دلیل بنانا صریحاً علمی خیانت ہے بلکہ شرعی جسارت بھی ہے۔ علمائے اسلام کے نزدیک خودساختہ تفسیر قرآن حرام بھی ہے اور گمراہ کن بھی ہے۔

دلیل چہارم "اصول کافی ماتمیوں کے نزدیک وہ مستند کتاب ہے جس کے ٹائٹل پر یہ لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے متعلق یہ فرمایا هذا كافٍ لشيعتنا" (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے)

اس میں یہ روایت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ صبر ایمان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ جسم کے لئے سر۔ پس جب صبر نہ رہے تو ایمان بھی نہیں۔ اسی طرح حسن، امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین قبر رسولؐ پر

رہتا۔" (اصول کافی ص [illegible])

جواب "اصول کافی" شیعوں کی کتب اربعہ میں سے ہے، ہم اس کے مستند ہونے سے انکار نہیں کرتے جیسا کہ آپ کی عادت ہے۔ لیکن امام مہدیؑ کا یہ تحریر فرمانا کہ یہ شیعوں کے لئے کافی ہے۔ ہمارے ہاں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ ہم ہر مرتبہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور صرف اعتراف میں نے اپنی کتابوں میں اس کا انکار کیا ہے۔ مگر پھر بھی آپ حضرات اس بات کو زبردستی ہمارے سر تھوپتے رہتے ہیں۔ حالانکہ تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ناشرین نے محض تجارتی فوائد کی خاطر یہ جملہ امام سے منسوب کر دیا تھا۔ ہمارے ہاں تو قرآن کے بعد کتب خواہ وہ کتنی ہی مستند و بلند پایہ ہوں صحیح تک نہیں کہا گیا ہے۔ اور خود علامہ یعقوب کلینی نے اپنے مقدمہ میں اعتراف کیا ہے کہ اس میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات ہیں۔ جبکہ آپ کے ہاں "صحاح ستہ" سے مراد چھ صحیح کتابیں مانی گئی ہیں ان میں صحیحین کا لقب بخاری و مسلم کو دیا گیا ہے حتیٰ کہ بخاری کا درجہ بعد از کلام باری آپ کے ہاں مشہور ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ ہماری رجال کشی میں یہ روایت جو آپ نے دلیل میں دی ہے ضعیف قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ مرآۃ العقول شرح کافی جلد ۲ صفحہ ۱۸ میں تحریر ہے کہ "الثانی ضعیف علی المشہور" اور دلائل مسلمات خصم سے ماخوذ ہوا کرتے ہیں۔

ہم آپ کی اس دلیل کو یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ اس میں منزلت صبر کا بیان ہے جبکہ صبر منافی عزاداری نہیں ہے۔ اور ہم اوپر صبر کے قرآنی معنی آپ کے مکتب فکر کی رو سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدمی رہے۔ نیز اس روایت سے ماتم کی حرمت اور عزاداری کا ناجائز ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔

دلیل پنجم

امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ صبر و مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جزع و بے صبری مصیبت کافر دونوں کی طرف آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع کرنے والا ہوتا ہے۔

(فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

اس سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق کے نزدیک صبر کرنے والا مومن ہے اور جزع کرنے والا کافر ہے۔

جواب

۱۔ یہ روایت بھی بطریق ضعیف ہے۔ ملاحظہ کریں مرآۃ العقول جلد ۲ صفحہ ۹۱۔

۲۔ یا تو آپ صبر کے معنی سے بے خبر ہیں کہ غم و مصیبت پر خاموش رہنے والے اور گریہ و بکا نہ کرنے والے کو صابر کہتے ہیں جو شدت غم کے باعث رونے یا پیٹنے والا آپ کی نظر میں بے صبر ہے۔ یا پھر جان بوجھ کر تحریف معنوی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رونا پیٹنا ہرگز بے صبری نہیں ہے۔ بلکہ وقت مصیبت خدا سے گلہ و شکوہ کرنے یا اس کو مصیبت کا ذمہ دار ٹھہرانا [illegible] ہے یعنی فاعل کے فعل پر قلت علم کے سبب سے اعتراض کرنا بے صبری [illegible] ہے۔ اس موقف کی تصدیق قرآن مجید میں موجود قصہ حضرت موسیٰ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں تم مجھے وہ باتیں سکھا دو جو تم کو علم لدنی سے حاصل ہوئی ہیں۔ حضرت خضر نے فرمایا تم میں صبر کی استطاعت نہیں۔ تم ایسی بات پر کیسے صبر کرو گے جس کی تمہیں خبر نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ تم مجھے صابر پاؤ گے۔ میں تمہاری کسی بات میں مخالفت نہ کروں گا۔ چنانچہ جب

حضرت موسیٰ نے کشتی میں سوراخ کرنے پر اعتراض کیا تو جناب خضر نے کہا میں نے کہا تھا کہ تم میں میرے ساتھ صبر کی استطاعت نہیں ہے۔ یہی جواب جناب خضر نے حضرت موسیٰ کو اس وقت دیا جب انہوں نے قتل غلام پر اعتراض کیا۔ لہٰذا اس قرآنی قصہ کی روشنی میں صبر کے معنی پر اس طرح روشنی پڑتی ہے کہ بے صبری فاعل کے فعل پر قلت علم کے سبب اعتراض کرنے کو کہتے ہیں جس کا موجب لاعلمی ہوتا ہے۔

صبر کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کَفُّ النَّفْسِ عَمَّا لَا يَنْبَغِي۔ یعنی نفس کو ان چیزوں سے روکنا جو مناسب و درست نہیں۔ صبر در حقیقت [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] رضا بالقضا ہیں۔ [illegible] مطلب ہے [illegible] جائے۔

[illegible] صبر یہ ہے کہ دکھ و تکلیف اور مصیبت میں غیر خدا سے خدا کی شکایت نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام [illegible] فراق کے صدمہ میں [illegible] رہے۔ وہ اس لئے کہ انہوں نے [illegible] شکایت اللہ ہی کے پاس کی اور یہ واقعہ ہم گذشتہ اوراق میں سپرد قلم کر چکے ہیں۔

پس مندرجہ بالا حقائق کی رو سے ثابت ہوا کہ جب تک خدا کے خلاف یا خدا سے گلہ شکوہ نہ کیا جائے صرف رونا اور سینہ کوبی وغیرہ کرنا بے صبری نہیں ہے۔

اس ضعیف روایت سے بھی معترض کی دلیل مضبوط نہیں ہو سکتی کیونکہ [illegible] ذکر نہیں ہے بلکہ [illegible] علامت بیان ہوئی ہے کہ مومن مصیبت میں اپنے ایمان و یقین پر ثابت قدم رہتا ہے اور اس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی جبکہ کافر مصیبت میں بے ایمانی [illegible]

کا مظاہرہ کرکے خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ لوگ مصیبت کے اوقات میں واویلا و شور و شیون کرکے تقدیر کو کوستے تھے اور اشعار میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت پر تنقید کرکے بے صبری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ اسی بات کو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس دلیل کو مردود قرار دینے کیلئے بجائے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ضعیف روایت سے استدلال کرنا خلاف اصول ہے جبکہ اس روایت میں بھی صبر و بے صبری کا بیان ہے جسے عزاداری امام حسین علیہ السلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ غم حسین میں سوگوار ہونا منافی صبر ہرگز نہیں ہے۔

جزع کی تعریف

دلیل ششم اب یہ دیکھنا ہے کہ "جزع" کس کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ تو اس کے متعلق بھی امام جعفر صادق کا فرمان موجود ہے:-

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت له ما الجزع ـــــ فی غیر طریقه الخ (فروع کافی جلد اول ص۲۲)

یہ دریافت کرنے پر کہ جزع کیا ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ سخت جزع شور و صیاح اور بلند آواز سے چیخنے چلانے اور منہ اور سینہ پیٹنے اور پیشانی کے بال کھینچنے کو کہتے ہیں۔ اور جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور اسلام کے راستے کے خلاف چلا۔

عویل کا معنی ہے رونا اور ویل کا معنی ہے مصیبت پر شور و فغاں کرنا۔
(غیاث اللغات)

"یعنی مروجہ ماتم میں جو افعال کئے جاتے ہیں، وہ جن کو پمفلٹ میں عبادت قرار دیا گیا ہے اس کے متعلق امام جعفر صادق کا صریح فتویٰ ہے کہ ایسا کرنے والا صبر کو چھوڑنے والا اور اسلام کے خلاف چلنے والا ہے۔"

جواب ۱:- منقولہ روایت ضعیف ہے۔ اس روایت کے راوی سہل بن زیاد کے بارے میں علامہ حلی نے "کتاب الرجال" میں تحریر کیا ہے کہ سہل بن زیاد باطل ضعیف اور فاسد الروایہ ہے۔

مراۃ العقول جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ فروع کافی میں خود اسے ضعیف بتایا گیا ہے۔ دیکھئے باب ۔۔ روایت ۔۔ کتاب الجنائز ص۱۸۱۔

ب:- کسی ضعیف روایت پر بحث کرنے کی اصولاً تو ضرورت نہیں رہ جاتی مگر ہم مناسب خیال کرتے ہیں اس روایت پر مختصراً گفتگو پیش کریں۔

۱- فاضل معترض قاضی مظہر حسین صاحب نے یہ روایت غالباً اصل کتاب سے نقل نہیں فرمائی ہے بلکہ نقل در نقل کا عمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے اس کو "عن ابی جعفر علیہ السلام" سے شروع کیا ہے جبکہ فروع کافی میں "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام" ہے۔

۲- اصل عبارت اس طرح ہے "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قلت له ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجه والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحة فقد ترك الصبر واخذ فی غیر طریقه ومن صبر واسترجع وحمد اللہ عز وجل

فقد رضی بما صنع اللّٰہ ووقع اجرہ علی اللّٰہ ومن لم یفعل ذلک
جری علیہ القضاء وھو ذمیم واحبط اللّٰہ اجرہ (ضعیف)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابر کے پوچھنے پر بتایا کہ "جزع" کیا ہے۔ فرمایا "شدید جزع" (جو حدود شرع سے باہر ہو اور ناجائز ہے) شور وغل وچیخ وپکار کرنا منہ پر طمانچے مارنا اور سینہ کو پیٹنا سر کے بال نوچنا اور نوحہ کرنا یہ صورت ترک صبر کی ہے اور طریقہ غیر اختیار کرنا ہے۔ جس نے صبر کیا اور استرجاع کیا (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا) اور اللّٰہ کی عزت وجلالت کی حمد کی درحقیقت خدا پر راضی ہوا اور اپنا اجر اللّٰہ پر رکھا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا حکم خدا تو جاری ہو کر رہتا ہے تو وہ قابل مذمت ٹھہرا اور اس کا اجر ختم کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو اس سے صرف یہی مطلب اخذ ہو سکتا ہے کہ کسی عام مصیبت پر مقررہ حدود سے تجاوز کر کے جزع کرنا بے صبری بھی ہے اور ناجائز بھی۔ زمانہ جاہلیت میں وقت عزاداری لوگ شور وشیون سے رو کر اور چیخ وپکار کر کے اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اشعار پڑھ کر نوحے کیا کرتے تھے یہ مذمت ان ہی فرسودہ رسوم کی ہے۔ لیکن عزاداری امام حسین علیہ السلام سے خدا کی عزت وجلالت اور حمد کی حفاظت برقرار رہتی ہے۔ اور ہم عزادار اللّٰہ کے خلاف کوئی گلہ شکوہ نہیں کرتے اور ہماری عزاداری "اشد الجزع" کے حدود تک نہیں پہنچتی ہے۔

۳۔ ہمارے امام معصوم کا قول ہے کہ ہر جزع وفزع قبیح ہے۔ مگر حضرت امام حسینؑ کے لئے یہ سب کچھ جائز ہے۔ لہٰذا شیعہ عام عزاداری کے ہرگز قائل نہیں صرف محمد وآل محمد علیہم السلام کے مصائب پر ماتم کرنا عبادت سمجھتے ہیں

مصیبت پر تعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ ماتم قرآن وحدیث سے جائز ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں ہے کہ ۳ افعال سوء یعنی جزع وفزع وغیرہ مظلوم کے لئے جائز ہے۔ اگر ماتم بُرا بھی ہو تو نص قرآنی اجازت امام حسینؑ کے لیے موجود ہے۔ اور جب نص قرآنی موجود ہو تو پھر خلاف قرآن حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔

دلیل ہفتم "امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مصیبت کے وقت اپنے ران پر ہاتھ مارے تو اس کا اجر وثواب برباد ہو جاتا ہے" (فروع کافی جلد نمبر ۱ ص۱۲۱)

جواب ۱۔ فروع کافی میں اس روایت کے آگے ہی ضعیف لکھا ہوا ہے پھر معترض اس کو دلیل بنا کر علمی مرتبت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مرآۃ العقول جلد ۳ ص۹۳ پر اس روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے خلاف من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الطب رہ باب لنفعہ میں ہے کہ "مصیبت زدہ جزع کرے یا صبر مصیبت کے وقت اس کا ثواب جنت ہے۔"

۳۔ مشکوٰۃ شریف میں متفق علیہ حدیث ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت "تھکے ضعیف پہنچے اور حزن وغم سے دوچار ہو جائے حتیٰ کہ کانٹا بھی لگ جائے خدا اس کے بدلے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

۴۔ اگر اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو صرف یہ مطلب ہوگا کہ ران پر ہاتھ مارنے سے گناہ کوئی نہیں محض مصیبت کا اجر جاتا رہے گا۔

۵۔ رسول کریمؐ کا ران پر ہاتھ مارنا صحیحین میں مرقوم ہے۔ پس ضعیف روایت کا سہارا معترض کے لئے تنکے سے بھی کمزور ہے۔

دلیل ہشتم نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی وفات کے وقت

حضرت فاطمہؑ کو میری وفات پر منہ نہ پیٹنا اور بال نہ کھولنا اور واویلا نہ کرنا اور
نہ چہرہ پیٹنا اور نوحہ کرنے والیوں کو مت قائم کرنا۔ (فروع کافی جلد ۵ صفحہ ۵۲۷)

جواب ۱۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے ملاحظہ کریں مراۃ العقول جلد ۵ صفحہ ۲۵

۲۔ اگر حضورؐ نے حضرت فاطمہؑ کو رونے پیٹنے اور نوحہ کرنے سے منع کیا ہوتا تو آپؐ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؑ زہرا ہرگز نوحہ و ماتم نہ کرتیں۔

۳۔ اہلسنت کی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر پر وفات پائی اور حضورؐ کے اردگرد جو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں پس انہوں نے پیٹ کر اپنے منہ سرخ کئے ہوئے تھے۔ گو پیشتر رسول خدا نے منع کر دیا تھا پھر ان مخدرات نے حکم رسولؐ پر کیوں عمل نہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت آپ کی صاحبزادی سیدہ طاہرہؑ بھی ان عورتوں میں شامل تھیں۔ لہٰذا کم سے کم ان کو اس وقت تو یہی ماتم کرنا چاہیے تھا اور نہ ہی کرنے دینا چاہیے تھا۔

۴۔ حضرت فاطمہؑ کے مرثیے اور نوحے کتابوں میں محفوظ ہیں جو انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے غم میں پڑھے۔

دلیل نہم ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔

"اے فاطمہ! جب میں مر جاؤں تو اس وقت تم اپنے بال میری مصیبت سے مت نوچنا اور اپنے گیسو پریشان [illegible] اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ [illegible] نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔"

(حلیۃ المتقین [illegible] صفحہ [illegible])

جواب ۱۔ یہ روایت کافی کی اُسی روایت کا ترجمہ ہے جو گزشتہ دلیل میں نقل کی گئی ہے اور اسے بھی علامہ نے مراۃ العقول میں ضعیف ثابت کیا ہے۔

۲۔ لفظ معتبر میں ضعیف روایات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اس اصطلاح سے مراد علامہ مجلسی ہیں۔ خود انہوں نے اپنے رسالہ رجال میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ معتبر کا لفظ ضعیف روایات کو بھی شامل ہے۔ ملاحظہ کریں "ہدیۃ المحدثین" "روایات الحدیث" وغیرہ۔

۳۔ اگر پیغمبرؐ نے اپنی دختر کو ان امور سے منع کیا ہوتا تو ناممکن ہے کہ جناب سیدہؑ آپؐ پر اصرار فرماتیں۔ نیز مشہور ہے کہ [illegible] میں ایک [illegible] نبی پاکؐ نے اپنے بیٹے کے لیے گریہ و بکا، ماتم و نوحہ خوانی فرمائی۔

۴۔ مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ۳ صفحہ ۵۴۷ میں ہے کہ حضورؐ کی وفات پر سیدہؑ نے یہ نوحہ پڑھا۔

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ۔

(یہ نوحہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۴۱ پر بھی درج ہے)

۵۔ مدارج النبوۃ رکن ۳ باب ۱۲ میں ہے "[illegible] گریاں [illegible] زہرا [illegible] برس"

۶۔ مدارج النبوۃ میں سیدہؑ کے دو مرثیے درج ہیں جو آپ نے حضورؐ کے انتقال پر پڑھے۔ ان میں ایک شعر کا ترجمہ حاضر ہے۔

جب میرا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میں روتی ہوں۔ آپ کی قبر کی زیارت کرتی ہوں۔ نوحہ و شکوہ کرتی ہوں" الخ۔

۷۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ روایات صحیح ہیں تو ان کا مطلب [illegible] ہوگا۔

ن میں عدول ہو، اِم کا پہلو نہیں نکلتا ہے۔

ہ عقلی اعتبار سے یہ روایات اس لئے مجروح ہیں کہ ایسے اوقات میں باپ کا بیٹی کے پاس جانا، اس طرح کی گفتگو کر کے بیٹی کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے جبکہ اکثر ایسے موقع پر رشتہ داروں کو صبر کی تلقین کی کوشش کی جاتی ہے۔ [illegible] گفتگو [illegible] کسی غیرت مند آدمی ایسی باتیں کر لینا [illegible] بیٹی کا بستر [illegible] اس سے ایسی گفتگو کرنا جلتی پر تیل ڈالنا ہو جاتا ہے۔

دلیل دہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
پس جمیع اہل بیت میرے اور بیبیاں میری جب مر جاؤں تب استادہ ہوں اور سلام مجھ پر کریں جو حق [illegible] اور سلام کرنے کا [illegible] اور [illegible] بعد اسکے نالہ و نوحہ نہ پہنچائیں۔ (جلاء العیون ص [illegible])

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نالہ و نوحہ کرنے سے دکھ ہوتا ہے لیکن یار لوگوں نے اس کو عبادت جنت کا ٹکٹ سمجھا ہوا ہے۔

جواب

یہ روایت بھی پہلی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ گذشتہ روایت میں مخاطب حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور اس میں جمیع اہل بیت اور ازواج سے خطاب کیا گیا ہے۔ [illegible] روایت بھی قابل تسلیم نہیں [illegible] اگر حضرت [illegible] اہل بیت اور ازواج کو [illegible] تو [illegible] اس حکم پر [illegible] معتبرہ میں روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی وفات حسرت آیات پر اہل بیت، ازواج اور صحابہ نے آہ و بکا کی، ماتم کیا اور نوحہ و گریہ و زاری کی۔

مدارج النبوۃ رکن ۴ باب ۱۱ ص ۴۲ میں لکھا ہے کہ "امہات مومنین [illegible] اصحاب [illegible] کشیدند [illegible]"

یعنی ازواج نبی نے نالہ و فریاد برپا کیا کہ آواز آسمان تک پہنچی اور صحابہ کی ایک جماعت نے واحمداہ بین کر کے نوحہ کیا اور [illegible] نے مدینہ [illegible] کر کے فریاد کی تھی۔

حضرت عائشہ ام المومنین نے فرمایا جب حضور کی روح مبارک نے قفس عنصری سے جدائی اختیار کی تو آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔ پھر میں نے سر اقدس تکیہ پر رکھا اور میں اٹھ کر عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی۔ میں [illegible] پیٹ رہی تھی۔

(سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۴۶۱، سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۳۰۵، تاریخ طبری ص ۱۹۱، مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴ وغیرہ)

بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی عائشہ سے ان کے گھر میں [illegible] کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر اندر آئے [illegible] فرش پر وفات پا چکے تھے۔ عورتیں ان کے گرد تھیں۔ اور انہوں نے منہ پیٹ رکھے تھے۔

(کنز العمال [illegible] ما جاء فی موت رسول اللہ [illegible] باب [illegible] ۔ ق شمائل رسول [illegible] الکتاب [illegible])

پس اس طرح کی متعدد صحیح روایات کتب میں موجود ہیں جن میں آنحضرت کی وفات پر جمیع اہل بیت، ازواج النبی اور اصحاب [illegible] اگر حضور نے ممانعت کر دی ہوتی تو [illegible] مگر [illegible] اپنے رسول [illegible] کیونکہ وہ [illegible]

بہتر علامت تھی۔ کہ آنحضرتؐ کو ایذا دینا خدا کو ناراض کرنا ہے۔

اگر وہ لوگ رسوم عزاداری کا ارتکاب کر کے جنت کے نشان مانے جا سکتے ہیں تو پھر ہم غریبوں پر عتاب کس بات پر کہ ہم تو ان ہی نیک لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے خلاف عزاداری کرنے پر کسی فتوے کو صادر کرنے سے پہلے خوب غور کر لیا کریں کہ اس کی زد سے حضرت اہل بیتؑ ازواج النبیؐ اور صحابہ رسولؐ بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ اور بات بہت دور نکل جائے گی۔

دلیل یازدہم اور شیخ طوسی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔

"جب کوئی مصیبت پیش آئے تو مصیبت رسولِ خدا یاد کرو کہ ایسی مصیبت ہرگز کسی پر نہ ہوئی ہے ورنہ ہوگی۔" (جلد ا جلاء العیون صفحہ ۹۹)

تو جب رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی مصیبت شہادت حسینؑ وغیرہ سب مصیبتوں سے بڑی ہے۔ اور ایسی مصیبت عظمیٰ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج اہلبیت کو عموماً اور حضرت فاطمہؑ کو خصوصاً نوحہ کرنے اور سر پیٹنے سے منع فرما دیا تو جب تمام کربلا کی یاد میں بھی یہ افعال گناہ سمجھے جائیں گے نہ کہ عبادت اور اس قسم کی مجالس بپا کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آئے گی نہ کہ اطاعت۔

جواب اس روایت میں اول تو ایک لفظ بھی تحریم عزاداری کا مفہوم ادا نہیں کرتا ہے۔ بلکہ یہ روایت تو عزاداری کی واضح دعوت دیتی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی بھی کسی کو دل پر چوٹ لگتی ہے یا صدمہ پہنچتا ہے یا کوئی مصیبت یاد آتی ہے تو اس کی آنکھیں

پرنم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ رونا رقت قلب کی دلیل ہے۔ اور اسی غم کے شدید جذبات میں انسان بے اختیار سر و سینہ پیٹتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے ہلاکت و قوت کے حادثات ذہنی توازن کھو دینے کا سبب بن جاتے ہیں۔ خصوصاً نوجوان و رنگین رگ، ایسے مواقع پر اپنے ہوش پر قابو نہیں رکھتے۔ دراصل جذبات حزن کے باعث عقل کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں کسی سے اگر کوئی نازیبا یا غیر مہذب حرکت بھی سرزد ہو جائے تو اسے قابل عفو سمجھ کر درگزر کر دیا جاتا ہے۔ مگر ماتم کے دشمنوں کی دشمنی قابل نفرت ہے بھی جو وہ سینے پر دو ہاتھ مارنے کو کفر و بدعت سمجھتے ہیں لیکن اگر ان کے ہاں ایسے حالات میں کوئی شخص تلوار تھام کر لوگوں کو تہہ تیغ کرنے کا ارادہ کرے تو قابل پرسش نہیں بلکہ وہ اظہار عشق ہے۔

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ جب بھی اس مصیبت عظیم کو درد شناس کوئی محب رسولؐ یاد کرے گا تو اس کے دل پر یقیناً چوٹ پڑے گی۔ ورنہ ماتم کناں ہو۔ آل محمدؐ نے ہر مقام پر سب سے پہلے آپؐ کو یاد کیا اور آج تک ان کے پیروکار اسی عمل پر کاربند ہیں کہ اپنی مجلس کا آغاز ذکر رسولؐ سے کرتے ہیں اور مسلسل کرتے رہیں گے۔ ہم نے گزشتہ دلائل کے جواب میں عرض کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے ازواج و اہلبیت کو عموماً اور بی بی پاکؑ کو خصوصاً عزاداری سے ہرگز نہیں روکا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے وفات نبیؐ پر فرمایا کہ یا رسول اللہ ہر بات پر صبر جمیل ہے مگر آپؐ کی وفات کے صدمہ پر صبر جمیل نہیں۔ اور ہر جزع قبیح ہے مگر (آپ کے غم میں) نہیں۔

"ان الصبر لجمیل الا عنک و ان الجزع لقبیح الا علیک۔"

(نہج البلاغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۳ جلد ۳)

آئے تو فرمایا رسول اللہؐ نے جزع کرنا آپ پر قبیح نہیں اور صبر کرنا آپ پر اچھا نہیں

(تذکرۃ الخواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ [illegible])

الغرض اس مقام پر ترکہ پیش کر دینا کافی ہے کہ ذکر کربلا کی یاد میں مجالس و ماتم کا منعقد کرنا محض بدعت نہیں بلکہ سنت رسولؐ ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے خود اپنی حیات طیبہ میں امام حسین علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں عزاداری کر کے اس کو سنت بنا دیا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے روز عاشور حضورؐ کو خواب میں حالت عزاداری میں دیکھا جیسا کہ کتابوں میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں میری کتاب "چودہ مسئلے"۔

پس پیش کردہ روایت عزاداری کے ممنوع ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے ثابت ہے کہ ہر مصیبت میں مصیبت رسولؐ کو بڑی مصیبت سمجھو۔

دلیل دوازدہم۔ امام حسینؓ کی آخری وصیت

جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا معلی میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ:

"اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ پر طمانچے نہ مارنا اور اپنے بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ میرے نانا [illegible] کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔"

(جلاء العیون مترجم [illegible] صفحہ [illegible])

جواب یہ روایت جلاء العیون میں ہے۔ اور اس کا [illegible] جلاء العیون میں [illegible] کیا گیا ہے۔ مصنف نے خود [illegible] جلاء العیون [illegible]

صراحت کیا ہے کہ اس کتاب میں غیر معتبر روایات بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اس روایت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کلمات تسلی کی خاطر کہے گئے۔

میں نے اس روایت پر اپنی کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" میں بحث کر دی ہے جو ناصر صاحب ہی کے جواب میں ہے۔ چنانچہ اس روایت ہی میں ان جملوں کے بعد لکھا ہے: "پس اہل بیت عصمت [illegible] برداشت کرو۔" یعنی امامؑ نے اپنے اہل بیتؑ کو فی الجملہ تسلی دی اور صبر کی تلقین کی۔ اگر امور عزاداری شرعی اعتبار سے ممنوع ہوتے تو یہ امر محال تھا کہ مخدرات اہل بیتؑ اس کا ارتکاب فرمائیں۔ چنانچہ جلاء العیون ہی میں ایسی روایات موجود ہیں کہ بعد از شہادت حضرت زینب کبریٰؑ اور جناب ام کلثومؑ نے ماتم و نوحہ خوانی کی۔ مثلاً لکھا ہے کہ شہادت کے بعد جب ذوالجناح خیموں میں آیا تو فریاد بلند ہوئی۔ بی بی حضرت امام کی ہمشیرہ جناب ام کلثومؑ نے سر کو پیٹا اور ندبہ کر کے واحمداہ کہے۔ (جلاء العیون صفحہ [illegible]) اسی طرح لکھا ہے کہ جب سیدہ زینبؑ [illegible] کی اور ام کلثومؑ کے سر مبارک پر پڑی تو بی بی نے اپنا سر محمل پر مارا کہ خون زمین پر ٹپکنے لگا۔ اور آپ نے نالہ و فریاد کیا۔ (جلاء العیون صفحہ [illegible]) نیز تحریر ہے کہ دربار یزید میں جب حضرت ثانی زہراؑ کی نظر سر امامؑ پر پڑی تو بے نقاب ہو گئیں۔ گریبان چاک کیا۔ ایسے غمناک لہجے میں فریاد کی کہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے [illegible] سب ہائے حسین کے بین کرنے لگے۔ لیکن یہ شیعہ روایات ہیں۔ اب سنی روایت مجھے مقتل ابی مخنف سے عبارت ملیں گے تو آپ بلا وجہ شیعہ کہہ دیں گے۔ ینابیع المودۃ [illegible] کا جواب آپ کو مشکل نظر آئے گا۔ لہذا ہم آپ کے چہیتے امام علامہ ابن کثیر دمشقی [illegible] شہادت پیش کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ جب میدان کربلا میں [illegible] سادات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو امام عالی مقام کے پاس سیدہ زینب سلام اللہ علیہا تشریف لائیں اور دریافت کیا کہ ہمارے خیام کے باہر

پہ شور کیا ہے؟ امام نے فرمایا میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ کو ابھی ابھی خواب میں
دیکھا ہے اور آپؐ مجھ سے فرما رہے تھے کہ تم کل ہمارے پاس پہنچنے والے ہو۔ یہ
سنتے ہی بی بی زینبؑ نے اپنا سر پیٹ لیا اور واویلا کیا۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص۱۷۶ مطبوعہ بیروت)

اسی کتاب میں آگے لکھا ہے کہ جب بی بی ام المصائب صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے برادر گرامی قدر سے وہ اشعار سماعت فرمائے جن میں آنجنابؑ کی شہادت کا اشارہ تھا تو حضرت زینب کبریٰ نے منہ پیٹ لیا۔ گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۷۷ جلد ہشتم مطبوعہ بیروت)

اب سوال یہ ہے کہ بی بی صاحبہ امام پاکؑ کی موجودگی میں وہ وہ فعل بجا لاتی ہیں اور امام ان کو رخصت گوارا نہیں فرماتے ہیں۔ کیا اس بات کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ شرعاً ان میں کوئی قباحت نہ تھی۔

اسی طرح ابن کثیر جیسے متعصب مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "قرۃ بن قیس سے مروی ہے کہ جب مستورات مقتل گاہ سے گذریں تو پھوٹ پھوٹ کر گریہ کیا اور اپنے منہ پیٹے۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۹۳، تاریخ طبری جلد ۶ ص۲۶۰ تاریخ ابن اثیر جلد ۴ ص۳۴)

ابن کثیر جیسے کٹر سُنّی عالم اور جھگڑالو مورخ کا امام مظلوم کی مظلومیت پر سیدہ زینبؑ کا ماتم تسلیم کر لینا آپ کی دلیل کے رد ہونے کا روشن ثبوت ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی دو عبارتوں میں قبل از مصیبت عزاداری کا ذکر ہے تو جواب یہ ہے کہ اوّلاً ان معصومۂ عالم سے امام پر کوئی لازم عائد ہو، دوم یہ کہ آخری اقتباس میں صریح بعد از شہادت کا گریہ و ماتم بیان ہوا ہے جس میں سیدہ زینبؑ کا شمول موجود پایا جاتا ہے۔ سیرۃ کی کتب سنیہ اور شیعہ دونوں میں وہ روح

وہ مرثیے مستند ہیں جو شہادت امام حسینؑ کے بعد خواتین اہلبیتؑ نے پڑھے بشمول ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور حضرت بی بی زینب صلوٰۃ اللہ علیہا کے نوحہ جات کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ عزاداری ممنوع نہیں ہے اور مقصود و حقیقت محبت تسلی و ترحم تھی۔

دلیل سیزدہم

رونا غم کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور خوشی سے بھی۔ خوف سے بھی اور محبت سے بھی۔ یہ انسان کے طبعی جذبات ہیں لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے غم باقی رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔

جنگ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور ستر اصحاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پرچم نبوی کے سایہ میں کفار کے ساتھ لڑ کر شہید ہو گئے جن میں حضورؐ کے سگے چچا حضرت حمزہ بھی تھے اور ان شہداء کا مسلمانوں کے دلوں پر طبعی طور پر صدمہ بھی تھا۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

"اور نہ تم سست ہو اور نہ غم کھاؤ۔ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔"

(پ۴ سورہ آل عمران رکوع ۴)

اس آیت کی پیشگوئی کے تحت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیصر و کسریٰ جیسی کئی ملکی سلطنتوں پر غالب آ گئے۔ ان غالب آنے والے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کو خلافت راشدہ کی صورت میں یہ اسلامی غلبہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جواب

مجتہد صاحب نے تسلیم کر لیا کہ رونا طبعی تاثرات میں سے ہے۔ یہی ہمارا مدعا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا کوئی

حکم مصلحت کے خلاف نہیں۔ کسی طبعی تاثر کو روکنا غیر فطری کوشش ہوگی۔ لہٰذا اعدا پر یہ الزام لگانا کہ اس نے غم کو باقی نہ رکھنے یا رونے سے منع کیا ہے ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ جب آپ خود ہی مان رہے ہیں کہ کبھی غمگین ہوتا ہے تو کبھی خوشی کے آنسو نکل رہے ہیں کسی وقت خوف کے مارے محزون ہوتا ہے کبھی محبت میں اشک افشانی کرتا ہے یا مصیبت کے وقت گریاں ہوتا ہے تو اس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ وہ ولادت سے وفات تک روتا ہے۔ اس لئے گریہ تقاضائے فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رونے کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

"کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم کھیل کود میں لگے ہوئے ہو۔" (النجم پ۲۷)

رونے کی تاکید تو قرآن مجید میں موجود ہے مگر کتاب الٰہی میں کسی جگہ انسان کو حالت غم میں رونے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ خوف کی حالت میں حزن و ملال کے اظہار کرنے پر پابندی ضرور ہے۔ جنگ اُحد کی جو شان آپ نے پیش کی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے عم نامدار سمیت ستر اصحاب باوفا کو جام شہادت نوش فرمانے کی سعادت نصیب ہوئی اور بالآخر آپ کو مجبور ہو کر یہ اقرار کرنا ہی پڑا کہ شہیدوں کا صدمہ مسلمانوں یا محبان رسولؐ کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ تھا۔ حالانکہ بقول شما امتحان پاس کرنے پر مسلمانوں کو صدمہ کی بجائے اظہار مسرت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا چاہیے تھی اور خوشی میں جھوم جھوم کر واہ واہ کے نعرے بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر افسوس زمانۂ رسولؐ میں ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں کے دلوں میں صدمہ قائم رہا۔

غم سے باز رکھنے کی جو دلیل آپ نے ساخت فرمائی ہے۔ اُسے کوئی بھی باہوش شخص قبول کرنے کو تیار نہیں کیونکہ " ولا تھنوا " سے مراد کاہل نہ ہو اور شکست

... کا مطلب حقیقی یہ ہے کہ ہمت نہ ہارو" اور یہی ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا۔ سیاق و سباق کے مطابق بات یہی ہے کہ اُحد کی شکست سے مسلمان ... دل شکستہ ہوگئے تھے اور جی چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا ہے کہ کم ہمت کمزور ملول نہ ہو اگر تم مومن ہو تو تمہیں ... حاصل ہوگی۔ اس آیت میں عزاداری کا کیا تذکرہ ہے جو آپ نے ... کو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے؟ اگر عزاداری کو حرام ہی قرار دینا خدا ... منشا میں ہوتا تو یہ بڑا صحیح موقع تھا کہ اس کی حرمت کا حکم نازل کر دیا کیونکہ اس وقت پورا مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ رسول خدا نے بڑی ... حسرت و آرزو سے ماتم حمزہؓ کی فرمائش کی تھی اور انصاری عورتوں نے ... بڑے خلوص کے ساتھ حکم کی تعمیل کر کے دعائے خیر کا شرف پایا تھا مگر ... کسی کوئی آیت نہ اُتری اور زیر بحث آیت بھی حقیقت میں اظہار تعزیت ... ثبوت ہے کہ خدا نے مسلمانوں کی وقت مصیبت پر ملولیں کی ڈھارس ... بندھائی۔ حوصلہ افزائی فرمائی۔ تسلی دی۔ افسوس ہے کہ ... ورنہ قوں میں ... اہل مدینہ کے عمل کو حجت کہہ دیا جاتا ہے مگر عزاداری اور ماتم کے عمل کو ... حجت سے محروم رکھا جاتا ہے۔

باقی رہ گئی غلبہ والی بات تو اس کا جواب باصواب تفصیلاً ہم "شیعہ مذہب ... حق ہے" میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ وعدہ حضورؐ کی حیات میں پورا ہوگیا اور ... بعض دنیوی فتوحات کو کمال ایمان کی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا نہ ہی خدا یا رسولؐ ... نے فتوحات کو معیار ایمان میں داخل کیا ہے بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ خدا فاجر شخص ... کے ذریعے اپنے دین کو تقویت دے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث رسولؐ ہے۔ بہرحال ان باتوں کا موضوع سخن سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہم تردید دلیل ... کے بعد اگلی دلیل لکھتے ہیں۔

حضرت لوط پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد فرمایا

دلیل چہاردہم لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (پارہ ۲۰ سورۃ العنکبوت ع ۴)

"نہ خوف کر اور نہ غم کھا"

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خوف کو دل سے نکالنا مطلوب ہے اسی طرح غم کو دل سے نکالنا بھی پسندیدہ ہے"

جواب آیت کے سیاق و سباق کو ترک کر کے اپنا مطلب نکالنے اور دوسروں کے عقائد کو ہدف طعن بنانے کے لیے خدا کے کلام میں معنوی تحریف کرنا علمی خیانت اور شرعی بددیانتی نہیں ہے؟ قاضی صاحب نے آیت کا ایک چھوٹا ٹکڑا لے کر کہ حضرت لوط پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد فرمایا، لکھ کر جس دھوکہ دہی کا مظاہرہ کیا اس کے انعام تو ہم خدا کے لئے چھوڑتے ہیں۔ مگر ہم اس فریب سے پردہ چاک کر کے بنیادی فریضہ پورا کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اس قرآنی عبارت کا عزاداری کے ساتھ رتی برابر بھی واسطہ نہیں ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو خلاف فطرت فعل سے باز رکھنے کی پوری پوری کوشش فرمائی مگر اس بدبخت قوم نے اپنے نبی کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور اس مذموم فعل میں دن بدن ترقی کرنے لگی۔ حضرت لوطؑ حجت تمام کرنے کے بعد بارگاہ خداوندی میں ملتجی ہوئے اور اس بدکار قوم کے لئے عذاب کی سفارش کر دی۔ خدا نے اس کو منظور کرتے ہوئے حسین و جمیل شکل میں فرشتے بھیجے جو حضرت لوطؑ کے پاس مہمان ہوئے۔ ان فرشتوں کے حسن و جمال کا لحاظ کر کے اس بدکردار قوم کے دل میں بیہودہ خیال و حرص پیدا ہوئی اور فرشتوں سے نامقبول حرکت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ان حالات سے حضرت لوط علیہ السلام کو جب

ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کو پریشانی و تشویش ہوئی۔ چنانچہ جب فرشتوں نے ان کی گھبراہٹ اور خوفزدگی کو دیکھا تو بطور تسلی فرشتوں نے کہا "لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ" کہ اے نبی برحق آپ خوفزدہ و محزون نہ ہوں۔ یہ جملہ فرشتوں کی زبان سے قرآن میں محفوظ ہیں جسے قاضی جی نے بطور حوالہ ظاہر کرتے ہوئے اصل عبارت سے ہٹ کر عزاداری کے مشروع ہونے کا تاثر دینے کی بھونڈی کوشش کی ہے۔

یہ سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۳ کے درمیانی الفاظ ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے تفسیر حقانی کے حوالے سے اس آیت کا تفسیری حاشیہ لکھا ہے وہ بھی تائید میں ہے۔

اگر ایسے دلائل سے غم جائز ہے تو پھر اس عبارت سے تو یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے "لا تخف" مطلب کہ لہٰذا خدا سے ڈرنا بھی چھوڑ دیجئے۔

دلیل پانزدہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حکم

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔

(پارہ ۲۰ سورۃ القصص ع ۱)

"پس جب تجھ کو اپنے بچے کا ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کھا۔ ہم پھیر دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو پیغمبروں سے۔"

یعنی چونکہ یہ تیرا بچہ پیغمبر ہونے والا ہے اس لئے کسی قسم کا غم نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف ہے جوانوں کی سرداری ملنے والی ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں کسی قسم کا ماتم ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔

جواب ہمیں اندازہ ہے کہ ناتجربہ کار طالب علم ہونے کی حیثیت سے قاضی مظہر حسین صاحب جیسے کہنہ مشق عمدائی مناظر سے یہ توقع بالکل نہیں تھی کہ

وہ معاملاتِ دین میں بھی سیاسی ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہیں اور پُر فریب دلائل وضع کرکے اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے مذہبی تفسیر بالرائے سے اجتناب کرتے ہیں اور یہی تحریف فی القرآن کی پردہ کرتے ہیں جیسی باتیں اپنے طریقوں سے وہ اپنے مدعا کو پیش کرنے میں پیش پیش ہیں۔ اہلِ علم حلقہ میں یقیناً وہ قابلِ احترام ہے لیکن صفائی بیان کرنا بھی ہم پر ضروری ہے۔ یہ تحریر کرتے ہیں کہ مجبوری ہے۔

قاضی صاحب نے اس دلیل میں پورا قصہ بیان کرنے سے گریز کیا ہے اور صرف "غم نہ کرنے" کو ثابت کرنے کے لئے بلا لحاظ سیاق و سباق آیت نقل کر دی ہے۔ اور ترجمہ کرکے کہا ہے کہ موسیٰؑ پیغمبر ہونے والے ہیں لہٰذا اُن کی والدہ کو غم نہ کرنے چاہیئے۔" امام حسین علیہ السلام کے ماتم کی تحریم کے لئے یہ دلیل کتنی کمزور ہے، اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے واقعہ سنئے کہ سورہ قصص میں ہے کہ جب فرعون قبل از ولادتِ موسیٰؑ بہت متکبر ہو گیا تو اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ان گروہوں میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو اس طرح کمزور کر دیا تھا کہ اُن کے بیٹوں کو قتل کروا دیتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ اس ناحق قتل ابنائے بنی اسرائیل کی وجہ نجومیوں کی وہ پیشین گوئی تھی جو اس کو بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اس کی سلطنت کی تباہی اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت وقوع پذیر ہوئی تو آپ کی والدہ کو ڈر و خوف ہوا کہ اگر اس پیدائش کا علم فرعون کو ہو گیا تو وہ اس بچے کو بھی تہِ تیغ کر دے گا۔ اس وقت اللہ نے بی بی صاحبہ پر وحی کی کہ تم اس کو اپنا دودھ پلا دو۔ پھر جب فرعون کے ظلم کا خدشہ ہو تو بلا خوف و خطر اس بچے کو دریا کے سپرد کر دینا اور کسی قسم کا فکر و غم نہ کرنا۔ اس مفارقت پر کیونکہ

ہم ضرور تمہارے بچے کو تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے۔ اور اس کو اپنا رسول بنائیں گے۔

اس قرآنی قصہ میں مادرِ موسیٰؑ کو ان کے فرزند کی عافیت و سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے تاکہ جو غم ماں کو فطری طور پر اپنے بچے کی جدائی یا ذبحائی کا ہے وہ بالکل رفع ہو جائے۔ اب جب خدا نے بذریعہ وحی والدۂ محترمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بشارت دے دی کہ اُن کے فرزند محفوظ از گزند رہیں گے تو بی بی صاحبہ کا سب رنج و خوف دور ہو گیا۔ لہٰذا کسی ڈر یا غم کا جواز ہی نہ رہا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کے لئے ایسی بشارت یا ایسا حکم کہاں ہے؟ آپ کے لئے خبر بھی شہادت کی ہوئی اور وقوع بھی شہادت ہی ہوئی۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں آپ کے نانا، والد، والدہ، بھائی اور دیگر عزیزوں نے بھی گریہ زاری کی اور بعد از شہادت تو کائنات کی ہر چیز نے سوگ منایا ہے۔ دلیل اس صورت میں صحیح ہوتی اگر موسیٰ علیہ السلام شہید ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ اُن کی والدہ کو ان کے غم منانے سے منع کرتا۔ تب آپ کہہ سکتے تھے اے ماتمی لوگو! موسیٰؑ اللہ کے رسول تھے۔ ان کی شہادت پر خدا نے ان کی ماں کو غم منانے سے روکا ہے۔ لہٰذا تم بھی امام حسینؑ کا غم نہ منایا کرو۔

دلیل شانزدہم
أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.

"خبردار! اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

"عبادت تو اولیاء اللہ کی روحانی غذا ہوتی ہے۔ اگر غم و ماتم بھی عبادت ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں ولا ہم یحزنون نہ فرماتے بلکہ فرماتے کہ اولیاء اللہ غم کی یادگاریں منانے والے ہیں۔"

جواب اس آیت کے بعد یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔ بشارت ہے ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اولیاء اللہ کے لئے بشارت ہے قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ چنانچہ قیامت کے روز جنت میں تو کسی کو نہ ہی خوف ہوگا نہ غم۔ اس بشارت کا اس دنیا سے کیا تعلق ہے اور اس آیت میں حضرت امام حسین کی یادگار منانے کی کہاں صراحت ہے؟

دلیل ہفتدہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غار ثور میں دشمنوں کی وجہ سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم لاحق ہوا تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار سے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

(سورۃ توبہ)

جواب میری کتاب "یار رسول و رفیق غار" ملاحظہ فرمائیے۔ میری سمجھ سے یہ باہر ہے حضور کا حضرت ابوبکر کو "لا تحزن" کہہ دینا امام حسین کے ماتم کو کرنے کی دلیل کیسے بن گیا۔ اگر اس اقتباس سے عزاداری کا کتاب ہے تو پھر بتائیے کہ حضرت ابوبکر نے وفات رسول پر غم کیوں منایا۔ حق دب گیا ہے کہ وفات رسول سے حضرت ابوبکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ لکھا ہے کہ رحلت نبی کی حضرت ابوبکر نے اور وہ کہتے جاتے تھے ہائے افسوس میری کمر ٹوٹ گئی۔" (مسند امام اعظم صفحہ ۱۰۱)

نیز تحریر ہے کہ "جب نبی کریم نے وفات پائی تو لوگ حسرت زدہ ہو گئے۔ اور ان کے حالات مختلف تھے۔ حضرت عمر اس گروہ میں سے تھے جو نبی کی معیت میں دیوانہ ہو گئے تھے اور عثمان گونگے ہو گئے اور ابوبکر کی دونوں آنکھیں برس رہی تھیں۔" (نزہۃ المجالس صفحہ ۲۹۳)

اب آپ حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ حضرت ابوبکر نے غم منانا چھوڑ دیا تھا یا نہیں۔ اسی فیصلہ میں دلیل کی تردید موجود ہے۔

دلیل ہشتدہم اللہ تعالیٰ نے امتحانی مصائب میں مبتلا کرنے کی حکمت بتلاتے ہوئے مومنوں کو تسلی دی ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ۔

(سورۃ الحدید ع ۹)

"تاکہ تم غم نہ کھاؤ اوپر اس چیز کے جو تم سے فوت ہو گئی ہے، اور نہ اتراؤ اوپر اس کے جو اللہ نے تمہیں دی ہے۔"

یعنی خوشی اور نعمت پر فخر نہیں کرنا چاہیئے اور تکلیف و مصیبت پر غم نہیں کھانا چاہیئے۔

ہم نے بھی جواب میں ماتم مروجہ کے حرام ہونے پر وہ دلائل پیش کر دیئے ہیں جن میں آیات قرآنی، احادیث نبوی، ارشادات آئمہ اہل بیت، امام محمد باقر، امام جعفر صادق سے صراحتہً ثابت ہوتا ہے کہ آج کل شہادت کربلا کے سلسلہ میں جس ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے وہ شریعت مطہرہ کے اصول پر قطعاً حرام اور قبیح ہے۔ اس کا اس اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جس کے اصول کی سر بلندی کے لئے امام عالی مقام حضرت حسین، علی مقام نے میدان کربلا میں اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی جانیں قربان کر دی تھیں۔"

(ماخوذ اہل سنت والجماعت [illegible] حسین [illegible] جامع مسجد [illegible] صفحہ جہلم)

جواب یہ دلیل مصیبت عزاداری کے لئے اس لئے قابل قبول نہیں ہے کہ اس سے ہر دو غم ان پر چھپانے سے امتناع ہے۔ [illegible] مصیبت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ [illegible] حضرات اس سے واقف ہیں۔

زبانِ عرب میں "ما" کا استعمال غیر ذوی العقول کے لئے کیا جاتا ہے جبکہ ذوی العقول کے لئے "من" مستعمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیہ مبارکہ کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیوی مال و متاع وغیرہ کے حصول پر اترانا نہیں چاہیئے اور اگر کچھ اشیاء و دولت ہاتھ سے نکل جائے یا کوئی نقصان و خسارہ ہو جائے تو اس پر حزن و ملال نہ کرنا چاہیئے۔ اس آیت کا عزاداری و ماتم سے نہ ہی کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ربط۔ لہٰذا اس کو دلیل بنانا بے دلیل ہے۔

الغرض ملک غلام عباس صاحب نے "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" میں جو اٹھارہ دلائل مرتب فرمائے آپ نے ان کی تردید کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف فرمایا۔ لیکن حق کو دبانا باطل کے بس میں نہیں ہے۔ اسے جتنا دبایا جائے گا اتنا ہی نکھر کر نکلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مجبوراً اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا کہ "ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے"۔ آپ کے رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" کا جواب دینا ضروری نہیں تھا۔ اس لئے کہ اس کا مدلل جواب آپ ہی کے شہر سے آغا سید واصف حسین صاحب نقوی دے چکے تھے۔ احقر نے بھی ان ہی جوابات کو بیشتر دہرایا ہے کیونکہ وہ لاجواب ہیں۔ آپ کی کتاب "سعادت الدارین" تادم تحریر نظر سے گذر نہ سکی ورنہ اس کا بھی اس کے ساتھ پوسٹ مارٹم ہو جاتا۔ بہرحال ماتم کے حرام و ناجائز ہونے کے جو دلائل آپ نے خود ساختہ کئے ہیں اور اس کے جواز میں قرآن مجید کی کچھ آیات، چند احادیث موثق اور آئمہ اطہار کے مقولے سے ارشادات کو توڑ مروڑ کر کے جس طرح آپ نے ان کو اپنے عقائد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس کی حقیقت افشا کر دی گئی ہے۔ تاکہ ایسے فرد جمہور نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے ناپختہ دلائل کا جواب کوئی شیعہ تا قیامت نہیں دے سکتا، ان کی آنکھیں کھل جائیں۔

آپ کے یہ ملک کی فتوے کہ "ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے۔ وہ شریعت محمدیہ

کے اصول پر قطعاً حرام اور قبیح ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔ مراد ری سید الشہداءؑ پر قطعی طور پر اثر انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر مسلمان یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام کی بقاء و سربلندی کو ماتم نے زینت بخشی ہے جس مظلوم نے میدانِ کربلا میں کٹ کے اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کر کے اسلامی اصولوں کو سرفراز کر دیا ہے۔ مگر تو کوششوں کا ماتم کروانے میں سرپیٹ کر ناکام ہو جانا اس بات کی بجائے خود دلیل ہے کہ ماتم حسینؑ منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔

لہٰذا ہم تو مخلصانہ طور پر یہی گذارش کریں گے کہ مظلوم کے ماتم کو بند کرنے کی کوشش ترک کر دیں۔ کیونکہ یہ کوشش حقیقت میں ظالم کے ظلم میں اس کی حمایت ہے۔ اور خدا ظلم کی طرفداری ہرگز پسند نہیں کرتا ہے۔ آپ سینما گھروں میں دکھائی جانے والی بے راہ روی، ٹیلی ویژن کے اخلاق سوز پروگرام، شادی بیاہ کے شادیانے، کھیل تماشوں کا شور و غل، بینڈ باجے و راگ رنگ ہر چیز کو برداشت کرتے ہیں مگر ہماری سمجھ میں آج تک نہ آسکا کہ تنہا ماتم حسینؑ سے آپ کو کیا پرخاش ہے۔ راہ خدا بار الٰہا خواستہ آپ بھی ذکر حسینؑ کی مخالفت کر کے جذبات خوف و محبت کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ ورنہ علامہ بتائیں کہ ہمارا ماتم آپ کے لئے باعث پریشانی کیوں ہے؟ سینہ ہمارا، ہاتھ ہمارے، منہ ہمارا، زبان ہماری، تکلیف ہمیں تکو نہیں۔ نہ ہی ہم آپ کو زبردستی دعوتِ ماتم بھی دیتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پھر بلا وجہ ہمارے مذہبی و شہری حقوق کو پامال کرنے میں آپ کو کیا حاصل کیا وصول ہے؟

اس احساس کے بعد اب ہم عزاداری کے مستحب و جائز ہونے پر یک صد دلائل پیش خدمت کرتے ہیں اور قارئین کو دعوتِ غور دیتے ہیں کہ اپنی صوابدید کے مطابق نتائج اخذ فرما کر حرام و حلال کا فیصلہ کر لیں۔

ایک سو اثباتِ عزاداری

معروف شخصیات کی وفات میں اظہارِ حزن و ملال اور ان مصیبتوں کی یادگار قائم کرنا اور اسے آئندہ نسلوں میں باقی رکھنا اقوامِ عالم کا بہت قدیم دستور ہے۔ پبلک اور پرائیویٹ MOURNING (عام عزاداری) کا ہر ملک و قوم میں طریقہ جاری ہے۔ ہم بطور تمہید چند امور کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مراسم عزاداری صرف شیعوں تک محدود نہیں بلکہ صفحۂ ارض پر مقیم تمام اقوام و مذاہب اپنے اپنے تمدن، ملکی اور قومی ثقافت کے مطابق اپنے اپنے بزرگوں اور سرداروں کی یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ اہل نظر جو تہذیب و تمدن کی اعلیٰ ترقیوں، مذہب، نفس و مقصد کی بانی مفکر ہونے پر نازاں ہونے کے دعویدار ہیں وہ بھی اس فطری انہماک میں پابند رسوم نظر آتے ہیں۔ چنانچہ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا گھر

ہالینڈ کے مشہور و قدیم گرجے میں حضرت عیسیٰ کے گدھے سے منسوب ایک گھر کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس کی زیارت آج تک بڑی عقیدت و احترام سے کی جاتی ہے۔

ہالینڈ ہی کے ایک اور معبد میں ابن مریم سے منسوب عصا کو بھی بڑی احتیاط سے محفوظ کیا گیا ہے۔ لاکھوں مسیحی عقیدت مند پورے عالم مسیحیت سے ہر سال اس کی زیارت بجا لاتے ہیں۔

شبیہیں اور جلوس

سپین کی مشہور اور قدیم قوم اپنے مراسم مذہبی

کو مختلف شکل و صورت میں بجا لانے کے لئے یورپ کی دوسری مسیحی برادری میں خصوصاً ممتاز ہے۔ ان کے سالانہ مراسم کے مختلف جلوسوں میں ایک عظیم الشان جلوس ولادت عیسیٰ کے متعلق واقعہ تولید کا نکالا جاتا ہے جس میں حضرت مریم کی شبیہہ مسیح ابن مریم کو گود میں لئے ہوئے ان کے پیچھے یوسف نجار اپنے ہاتھوں میں خیمہ بیت المقدس کے علاوہ دو کبوتر کے بچے لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تصویر یہودی ولادت کے بعد حضرت مریم کے اول داخلہ بیت المقدس کی یادگار ہے۔ بنی اسرائیل میں اس وقت یہ رواج تھا کہ پیدائش کے بعد ہر بچے کو پہلے بیت المقدس لاتے تھے، تو حسب دستور صدقے کے لئے کبوتر کے دو بچے بھی ہمراہ لا کر چڑھائے جاتے تھے۔

(ماخوذ از ٹریبون پورٹ۔ پیوپل آف نیشن ڈی۔ اے ہیشن جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

خونِ مسیح کی زیارت

بیلجیم کے مشہور شہر بروگز میں خونِ مسیح کی زیارت کا سالانہ جلوس بڑی حرمت و شان و شوکت سے نکالا جاتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں عیسائی عقیدت مند یورپ و دیگر ممالک سے شرکت کرتے ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ شہزادہ تھیوڈرک کاؤنٹ آف فلینڈرس بیت المقدس سے حضرت عیسیٰ کا ایک قطرۂ خون اپنے ہمراہ لایا اور بروگز شہر میں ایک عبادت گاہ تیار کر کے اس میں ایک شیشے کے اندر اس مقدس قطرہ کو رکھ دیا۔ اب اسی شیشۂ خون مقدس کا سالانہ جلوس نکالا جاتا ہے۔ مسٹر مینش کی تاریخ میں جو اس جلوس کی تصویر شائع کی گئی ہے اس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیشہ خوب صورت ایک عماری صندوق میں

کی شکل میں رکھ کر اور خوب آراستہ و پیراستہ کر کے ہر گز شہر کے سرکردہ دینی
پیشوا ننگے سر و ننگے پاؤں اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور اس شہر عظیم
کی تمام گلیوں اور بازاروں میں اس کا گشت کراتے ہیں۔ اس مقدس جلوس
میں تمام سلطنت کا جلوس شاہی مع جملہ شاہی خاندان بصد اعزاز و تعظیم اور
ترک و احتشام برابر ہوتا رہتا ہے۔

(بحوالہ امپیریل گزیٹیئر ٹی۔ اے ہمیش صفحہ ۳۵۶ جلد اول)

اب ہم بصد ادب قاضی صاحب اور دیگر مخالفین عزاداری سے نہایت
کے مقدس کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا مندرجہ تعزیہ اور دیگر جلوس
میں باطل ہی سامان نہیں ہوتے؟ اس مقدس اہتمام کے سوا عزادار کوئی
آداب و اخلاق سامان کی فراہمی تو نہیں کرتے کہ کسی کی دل آزاری ہو؟ بہت
افسوس کی بات ہے کہ ممالک یورپ کے دوسرے فرقے بشمول عیسائی گروہ جو
اس طرح کے مراسم بجا نہیں لاتے ہرگز تعظیم کے حیا حیث پر انگشت اعتراض
نہیں اٹھاتے اور ان کے ساتھ درپے فساد و آزار نہیں ہوتے مگر مسلمان کہنے
والی قوم جس کے دین کا نام ہی سلامتی ہے بلاوجہ عزاداری نواسۂ رسول
اسلام پر تمام تلواروں سے جی جان کا بیر رکھتے ہیں۔ اے برادران اسلام۔
کچھ تو عبرت پکڑو۔ آنکھیں کھولو کہ ہم مظلوم کہاں گر گئے ہیں۔

مادام وفات پر جلوس

سینٹ ریڈولف قوم مسیحی مقیم مراکش کی شہید
خاتون ہے۔ روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا
ہے کہ اس خاتون کا مقبرہ سیلاب آنے کے باعث دریا برد ہو گیا تھا معتقدین
قوم بڑی تگ و دو سے اس کی باقی ماندہ اجزائے لاش کو جزیرہ کارسیکا لے
جہاں اس کا صندوق جا لگا تھا پس سے تب سے ہر سال سینٹ حنوری کا دوام قائم

ہر سال ہر جلوس نکالا جاتا ہے اور شہر کے تمام گلی کوچوں میں تفصیل کے بعد
بکثرت جاہ سے پھرایا جاتا ہے۔ (امپیریل گزیٹیئر جلد ۵ صفحہ ۳۰)

مہاتما بدھ کا دانت

سری لنکا کے ایک بڑے مندر میں مہاتما بدھ کا دانت
مدفون ہے جس کی عظمت و حرمت کے خیال سے لوگ
دنیا کے ہر گوشہ ہندوستان، چین، جاپان اور دیگر ممالک دنیا سے آ کر
زیارت کرتے ہیں۔ (بازنگار صفحہ ۱۱)

تابوت تعزیہ صندوق

تبت کے علاقہ میں ہر سال ایک عظیم الشان جلوس
نکالا جاتا ہے جس میں آتش شبیہ ہوتا ہے
... کے برابر سوا نہیں ہوتا۔ یہ جلوس ایک عمر کا منظر ہوتا ہے جو ... کی
وفات کی یادگار میں ہر سال قائم کیا جاتا ہے۔ جو ... کی وفات کو
تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس کا صندوق قبر اس صورت میں ...
میں تعزیوں کا ہم صورت ہوتا ہے اس عظیم الشان جلوس کے ہمراہ ... جاتا ہے۔
(امپیریل گزیٹیئر جلد ...)

ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر سیاہ پوشی

تاج برطانیہ کے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم
نے چھ مئی ۱۹۱۰ء کو انتقال
کیا۔ اس کی تعزیت برس دن تک جاری رہی۔ پورے چھ مہینے اس کی وفادار
رعایا سیاہ پوش رہی۔ سیاہ کریپ اپنے بازوؤں پر باندھتی رہی۔ اور پورا سال
تمام دربار کی مراسلات عرائض و خطوط کے شیشے سیاہ رہے۔ جس دن ایڈورڈ ہفتم
دفن کیا گیا اس وقت تمام ممالک اور قلمرو میں گورنمنٹ کا حکم تھا کہ ہر شخص اور
ہر چیز تمام سکوت میں رہے چنانچہ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ سارے ممالک متحدہ ہندوستان
... سلطنت برطانیہ ... ۲۴ ... تک ... رہے۔

کے نرغے میں آ جانا، اہل حرم کا بے کسی کی حالت میں در بدر کی ٹھوکریں کھانا، پانی بند ہو جانا، سب بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے حتیٰ کہ شیر خوار فرزند کا بھی پیاسا تیر ستم کھا کر جام شہادت نوش کرنا، پھر خود یک و تنہا رہ جانا، مدد خواہ میں مجبور ہو کر گھوڑے سے گر جانا اور زخمی حالت میں نماز ادا کرتے ہوئے کند خنجر سے ذبح ہو کر ذبح عظیم کی تعبیر بن جانا۔ لاش کی بے حرمتی، انگشتری کا مع انگلی جدا ہو جانا، پھر مسلمانوں کا خیمہ ہائے خاندان رسالت میں آگ لگا دینا۔ سب مال و اسباب لوٹ لینا۔ بچوں کا بے تابی و خوف سے اس طرح منتشر ہو جانا جس طرح کسی تسبیح کے ٹوٹ جانے سے دانے بکھر جاتے ہیں۔ مخدرات عصمت کا مضطرب و پریشان حال ہو کر راہ عافیت کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنا۔ ایک بقیہ مرد امام زین العابدین علیہ السلام کا بیماری کی حالت میں قید ہو جانا گلے میں طوق اور پیروں میں بیڑیاں پہن کر خار زاروں میں کئی مسافت طے کرنا، اور منزل بمنزل … کے لئے ہاتھ بندھا ہونا، پھر ایام اسیری کی رسیوں سے جکڑی ہوئی بیبیوں کا اپنے عزیزوں کے سروں کو نیزوں پر بلند دیکھنا۔ پھر اسی حالت میں دربار یزید میں پہنچایا جانا۔ شہزادیاں جو کچھ ہی سال پہلے وہ شہزادیاں تھیں داخل ہو کر ابن زیاد کے دربار میں آنا اور شہدائے … کوفہ کی دشت بلا میں … عراق میں پھر … کے بعد شام کے شہر دمشق میں جا کر قید خانہ میں محبوس ہونا اور یزید جیسے فاسق و شرابی کے دربار میں پا برہنہ … کے سامنے شامیوں کے … ہونا۔ عالم اسیری میں سکینہ بنت الحسین کا فوت ہو جانا اور کسی بچی کا … غریب الوطنی میں دفن ہونا۔ کیا یہ ایسے واقعات نہیں ہیں جن کی یاد کی عزاداری … قیامت تک کی جائے؟ یاد عزاداری خود خطاب

ہم نے غیر مسلم اقوام کی چند مثالیں اس ضمن میں سامنے پیش کی ہیں کہ مسلم عالمین کی سالانہ یاد کا قائم کرنے کی ہیں تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو سکے۔ چنانچہ اس دور جدید میں جسے روشنی و تہذیب کا زمانہ کہا گیا ہے۔ رسومات عزا ان کی بجا آوری کا دستور۔ باقاعدہ ان کے مظاہرت کا خاص احترام، ان کے انجمن اور اعلان کا معتبر بات ان کا اہتمام اور تبرک و احتشام ان کے مشاہدات میں ملتا ہے۔ سندر اس اور مخلصانہ انہماک کا رواج تمام اقوام عالم میں بدستور قائم و رائج ہے۔ بین الاقوامی برادری کے اس مشترکہ رواج کی موجودگی میں جو شیعوں کی عزاداری پر اعتراض کرنا باطل ہے جو ان کے غیر مناسب ہے۔ دیگر حقوق کی بات تو چھوڑیئے دنیا کے موجودہ تمدن، قومی تہذیب اور ملکی ثقافت نیز اصول مساوات و آزادی اعمال مذہبی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہم مسلمانان آل محمدؐ کو بھی اپنے شرعی و قومی امور و رسوم کی بجا آوری میں دنیا کی دیگر تمام قوموں کی طرح پوری آزادی و یکسانیت ہونا چاہیئے۔ اور یہ صحیح ہو گا۔ قدرتی حق ہے جس کو نہ تو دنیا کا کوئی مقتدر طاقت سلب کر سکتی ہے، اور نہ ہی کسی کا بلا جواز حق بنتا ہے۔ کیونکہ ہم اسے اپنے مذہب میں مداخلت سمجھتے ہیں۔

میری حسرت کی انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ تمام دنیا میں اپنے اپنے رہنما کے متعلق عزاداری جاری ہے مگر جب ہم یاد شہادت مظلوم فرزند رسول منعقد کیا کرتے ہیں سیاہ لباس پہنتے ہیں ماتم و مجالس میں رہتے ہیں … ترک کرتے ہیں، محرم شریف میں عالم صبر و سکوت میں رہ کر دلی دکھ ظاہر کرتے۔ نوحہ و مرثیہ خوانی کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرتے تو اس … پر … الزام کرتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان کربلا میں درد … انوکھی حقیقت

سو روجات کی تعریف نہیں ہے؟ کیا ایسے زمانہ میں جب کہ سو مقبول ہے۔ لہٰذا
علیہ وسلم ... کی اولاد و بزرگوں پر سے سخت مصائب گذر رہے ہم کو مناسب
یہی ہے کہ ان کے غموں کو بھول کر واہ واہ کرکے متوزیوں کو داد تحسین دا کریں
سے نمازیں اور منکروں کو ... سرود تعریت کے لئے ہائے افسوس کبھی اجتناب
کریں۔ اگر واقعتاً اسلام کی یہی تعلیم ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر
ظلم کی پشت پناہی اور سنگدلی کا مظاہرہ اور کسی مکتب فکر میں نہیں ہے!

اس وقت جب عزاداری کی جماعت حسینؑ کے نانا کا کلمہ پڑھنے والے لوگ
کرتے ہیں سخت تعجب ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کو مذہب غیر کے پیروکاروں نے
عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ غیر مسلم تک اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ مگر مسلمان اس
کو مٹانے کی فکر میں مصروف ہیں۔ ایک عیسائی مذہب مشہور مورخ گبن تحریر
کرتا ہے کہ:۔

”مدت مدید اور فاصلہ بعید پر بھی مظلومیت شہادت حسینؑ ایسا واقعہ ہے
جو ہر شخص بے حس قلب کے سامعین کی ہمدردی کو بھی جگا دیتا ہے۔ اسی کی بدولت
یادگار شہادت میں اس کے معتقدین پیرو ساکنان ... اس کے روضہ پر جاکر
اپنی جان و روح کو اس کی عزاداری اور غم خواری کے حوالے کر دیتے ہیں یعنی
جان کو جان نہیں سمجھتے۔“ (عروج و زوال سلطنت روم، گبن صفحہ ۹۳۳)

ہم نے اپنے تمہیدی بیان میں عمومی عزاداری کو بین الاقوامی سطح پر پرکھے
کی جانب توجہ مبذول کرتے ہوئے عزاداری سید الشہداء حضرت امام حسینؑ
کی خصوصی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی۔ اب ہم اپنے دلائل بیان کرتے ہوئے
ابتدائے آفرینش سے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کا رواج ثابت کرتے
ہوئے دین اسلام میں اس کا استحباب بلکہ ثبوت کو پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کی

ایک سو دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان میں عقلی دلائل بھی ہیں اور نقلی دلائل بھی۔
تاریخ عالم، الہامی کتب، اسلامی کتب اور قرآن و حدیث سے استدلال
کرکے یہ اثبات لغرض غور و فکر ہدیہ قارئین ہیں۔

ثبوت نمبر ۱: حضرت آدم علیہ السلام کا امام حسینؑ کی عزاداری کرنا

”مفسر ... یہ بیان کرتا ہے کہ آدمؑ نے عرش کے پایہ میں چند کلمات لکھے دیکھے
جبرئیلؑ نے وہ کلمات یہ کہہ کر ان کو یاد کرائے۔ ان کلمات میں پانچ اسماء
آل عبا کے نام ہیں۔ آپ خدا کو (ان کے) واسطہ دیں اور اس
طرح مناجات کریں۔

”یا حمید بحق محمدؐ یا عالی بحق علیؑ یا فاطر بحق فاطمہؑ یا محسن بحق الحسن و
الحسین علیہم السلام۔“

چنانچہ آدمؑ نے ان کلمات کی صدا کو سوگند دی۔ جیسے ہی نام حسینؑ تک
پہنچے تو آپ کے قلب میں غم کی آگ بھڑک اٹھی اور آنسو آنکھ
سے بہنے لگے تو جبرئیلؑ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ پانچویں نام کے
ذکر میں میرا دل پھٹ گیا۔ اور آنسوؤں کی سیل جاری ہو گئی۔ جبرئیلؑ
نے کہا: آپ کا یہ بیٹا ایسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ تمام مصیبتیں
اس کے سامنے کمتر ہیں۔ آدمؑ نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ
پیاسا، بیکس و تنہا قتل کیا جائے گا۔ اس کا کوئی ناصر و معین نہ ہوگا۔ وہ

اے آدمؑ! اگر تم اس کو اس حالت میں دیکھو کہ وہ فریاد کرتا اور چلاتا ہو کہ ہائے میری پیاس اور میری قلتِ انصار و غربت یہاں تک کہ اس کی پیاس دھوئیں کی طرح آسمان و زمین میں پھیل جائے اور کچھ نہیں نہ دکھائی دے اور کوئی شخص اس کو سوائے تلوار اور شرابِ مرگ کے جواب نہ دے اور اس کو مثل گوسفند کے سر کے پیچھے سے ذبح کرے اور دشمن اس کا مال و اسباب لوٹ لیں، اور اس کے اور اس کے اصحاب کے سروں کو نیزے پر تمام شہروں میں مع اس کی عورتوں کے پھرائیں ایسا پیشتر سے خدائے واحد و منان کے علم مشیت میں گذر چکا ہے۔

(ناسخ التواریخ بحوالہ الدر الثمین در تفسیر آیت فتلقی آدم من ربہ کلمات ... بحوالہ وقائع کربلا کے اسباب رحانی ص۵۲، ص۵۳)

حضرت آدم علیہ السلام کا حسینؑ مظلوم پر گریہ کرنا اور دل شکستہ ہونا اور ایں وحی کہ حضرت جبرئیلؑ کا ذاکر مجلس عزائے حسینؑ ہونا اور معصوم کی جناب ابوالبشر آدم صفی اللہ و خلیفۃ اللہ فی الارض علیہ السلام کا عزادار بن کر مجلس سننا ثابت کرتا ہے کہ عزاداری معصومین کی سنت ہے۔

ثبوت ۲ ۔ ذکرِ شہادت حسینؑ، ذاکر جبرئیلؑ، عزادار حضرت نوحؑ اور کشتیٔ نوحؑ کا خون رونا

صحابیٔ رسول حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً مروی ہے کہ سفینۂ نوحؑ کی

ساخت و صنعت کے دوران جب کشتی میں پانچویں کیل لگانے کا وقت آیا تو یہ ہوا کہ "جب پانچویں کیل ٹھونکنے کی نوبت آئی اور (حضرت) نوحؑ نے کیل رکھ کر ہتھوڑے سے ٹھونکا تو فوراً ایک نور پیدا ہوا اور اس سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ خون ہے، در شہادت حسینؑ کے واقعات اور امت کے ظلم و جفا کے سلوک تفصیل سے بیان فرمائے۔"

(ناسخ التواریخ بحوالہ محمد بخار (تاریخ منتقی) اور وقائع کربلا کے اسباب رحانی ص۵۴)

جبرئیلؑ کا ذکرِ شہادت حسینؑ کرنا، نوحؑ کا عزادار بن کے سننا اور کشتی سے خون کا ٹپکنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ عزاداری سید الشہداء علیہ السلام معصوم فرشتے، پاک رسول اور قسیم النجاۃ کے نزدیک جائز ہے۔

ثبوت ۳ ۔ ذکرِ شہادت حسینؑ کا ذاکر خود خدا، سوگواری کا مستحق عزادار خلیلِ خدا

(حضرت ابراہیمؑ کی عزاداری)

"إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔"
بے شک یہ امتحان روشن ہے اور ہم نے (اسمٰعیلؑ) کو ایک بڑی قربانی کے عوض بچا لیا۔

مطابق مشیت الٰہی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ کو یہ فرمایا تو حضرت ابراہیمؑ نے خدا
سے دریافت کیا کہ "بڑی قربانی" کیا ہے۔ جواب ملا کہ اے ابراہیمؑ تیرا فرزند
اسمٰعیلؑ، خاتم الانبیاءؐ کے نور کا حامل ہے۔ اس لئے ہم نے تیرا امتحان لے کر
اسمٰعیلؑ کو بچا لیا۔ پھر خدا نے اپنے خلیلؑ کی نگاہوں سے حجاب دور کر کے جناب
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل علیہم الصلوٰۃ کا رتبہ جلیلہ
مشاہدہ کروایا۔ (نُرِیْ اِبْرَاهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ۔ یعنی ابراہیمؑ نے
ابراہیم کو نظامِ آسمانی دکھلانے کے طور پر پیش نظر فرمائی۔ تو ابراہیمؑ
ان برگزیدہ ہستیوں کی زیارت سے حظ کر کے بہت محظوظ ہوئے اور حضرت
امام حسینؑ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ جواب ملا کہ یہ اسمٰعیلؑ کے فرزند کا
لخت جگر یعنی دختر حضرت محمد مصطفیٰ کا فرزند حسینؑ ہے۔ اے ابراہیمؑ! تم اپنی
ذات کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا محمد مصطفیٰ اور ان کے جگر پارہ امام حسینؑ کو۔
جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ خداوندا میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
اپنی ذات سے زیادہ اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے نور نظر اسمٰعیلؑ سے زیادہ
دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ اے ابراہیمؑ! اسمٰعیلؑ کا فدیہ عظیمؑ یہی ہے
اشقیائے امت اسی کو میرے محبوب کے کمسن بچوں کے تین دن کا بھوکا پیاسا
غربت اور بے کسی کی حالت میں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید کر
دیں گے جس کو دیکھ کر شجر و حجر، آسمان و زمین، وحوش و طیور
رو دیں گے۔

جب خلیلِ خدا نے یہ واقعہ سنا۔ شدت تعلق سے آپ پر عالم گریہ
طاری ہوا۔ اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری ہوئے۔ خطاب ہوا
کہ اے ابراہیمؑ!

امام حسینؑ کی مصیبت کو سن کر رونا تمہارے ثواب کے برابر ہے جو
اسمٰعیلؑ کی قربانی سے حاصل ہوتا۔"

(ماخوذ از ذبیح عظیم صفحہ ۱۰۹ تاریخ کربلا معلیٰ باسناد مناقب العابدین امام کی
روضۃ الشہداء، ناسخ التواریخ، حبیب السیر اور معارج النبوۃ ملا معین لاہوری۔
حوادث روزگار، الواقعات محمد احمد قادری وزیر خان مسجد لاہور)

پس روایت بالائی کی روشنی میں ثابت ہوا کہ امام حسینؑ کی مصیبت کو سن کر
گریہ و بکا کرنا، اتنے ثواب کا حامل ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو جناب اسمٰعیلؑ کی
قربانی کرنے سے حاصل ہوتا۔ لہٰذا عزاداری امام حسین علیہ السلام نہ صرف ایک
عبادت ہے بلکہ ملائکہ و اولو العزم پیغمبروں کی سنت ہے۔ وقت ... امامؑ کے دل کی
پر ماتم ہے کہ اسحق خلیلؑ کی محبت نہ کرے اور تسلیم کر لے کہ عزاداری شبیرؑ
منشا ایزدی کے مطابق باعث ثواب بے حساب ہے۔

ثبوت نمبر ۲ غمِ حسینؑ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خون بہنا

موسیٰ علیہ السلام کا ہمراہ حضرت یوشعؑ بن نون میدان کربلا میں گذر ہوا
تھا۔ آپ کی نعلین پھٹ گئیں۔ اور اس کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا (زمین و جیب)
آپ کے پاؤں میں ایک سخت کانٹا گڑا اور خون نکل پڑا۔ آپ نے بارگاہ ایزدی
میں عرض کی پروردگارا میں نے کیا خطا کی جس کی یہ سزا ملی؟ وحی آئی۔ اے موسیٰ
یہ وہ مقام ہے جہاں حسینؑ قتل کئے جائیں گے۔ اسی مقام پر ان کا خون
گرایا جائے گا۔ پس اس وقت تمہارا خون بھی انہیں کے خون کی موافقت

میں بہایا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کی حسینؑ کون؟ ندا آئی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نواسے اور علی مرتضیٰؑ کے فرزند۔"

(ناسخ التواریخ بحوالہ واقعاتِ کربلا کے روحانی اسباب صفحہ ۵۲)

پس روایت منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی موافقت میں خون کا بہہ جانا مشیتِ ایزدی کے موافق ہے۔

ثبوت نمبر ۵۔ شہادتِ امام حسینؑ پر خاتم المرسلین محمد مصطفیٰؐ کی عزاداری

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام الفضل زوجہ حضرت عباسؓ سے، صاحب المعجم البغوی نے انس بن مالک سے، الشیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں حضرت علیؑ سے، ترمذی نے اپنی صحیح میں، امام احمد بن حنبل نے مسند میں۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے، حافظ ابو نعیم، اسحاق بن راہویہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے، دیلمی نے معاذ ابن جبل سے، ابن سعد نے طبقات میں حضرت عائشہ سے، طبرانی نے حضرت ام المسلمین زینب بنت جحش سے، امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس سے، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے سر الشہادتین میں، اور بے تعداد مستند و معتبر کتب میں نامور علماء نے متواتر احادیث رسولؐ سے واقعۂ کربلا کی پیشین گوئیاں نقل کی ہیں۔ جن میں صراحتاً تحریر ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے قبل از شہادت امام حسینؑ واقعاتِ شہادت بیان کر کے خود گریہ و بکا فرمایا اور سننے والوں کو رلایا۔ یعنی اسلام میں

بھی پس عزائے حسین علیہ السلام کی بنیاد خود اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ اور امام حسینؑ کے سوگواروں کو جنت کی بشارت دی۔ لیکن اس مقام پر ہم حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزاداری کا ثبوت بعد از شہادت امام حسینؑ صحاح ستہ میں کی ایک صحیح سے پیش کر کے عزاداری کو رسولؐ کی عملی سنت ثابت کریں گے۔ تاکہ حجت تمام ہو۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ:۔

"ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ روتے ہیں اور آپ کے سرِ اقدس اور ریشِ مبارک پر خاک پڑی ہے۔ تو میں نے دریافت کیا۔ جواب دیا کہ ابھی حسینؑ قتل ہوا ہے۔ اور یہی خواب ابن عباسؓ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپؐ غبار آلودہ ہیں۔ اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشہ ہے۔ جس میں خون بھرا ہے۔ فرمایا آج میں دن بھر اسی کے پیچھے رہا۔ (یعنی دن بھر جمع کرتا رہا) پس لوگوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ عین اسی دن امام حسینؑ قتل ہوئے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کربلا میں جو ملکِ عراق کی زمین کوفہ کے پاس ہے اور وہ مقام طف کے نام سے مشہور ہے امام حسینؑ کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا اور بعضوں نے اس شخص کے علاوہ اوروں کو بھی لکھا ہے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ آپ کا سن چھپن برس کا تھا۔ جب آپ کو قتل کر چکے تو سر آپؑ کا یزیدؑ کے پاس بھیجا گیا۔ جب منزل پر اترے تو شراب خواری میں مصروف ہوئے۔ اس شب میں ان کے سامنے دیوار سے ایک ہاتھ نکلا جس میں قلم تھا جس نے خون سے ایک سطر لکھ دی وہ یہ شعر تھا

"جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا۔ کیا وہ ان کے نانا کی شفاعت کی امید کرتے ہیں؟"

ثبوت ۶: محبت حسینؑ میں اشک عزا بہانا تو کجا رسولؐ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا

ملا جامی نے "شواہد النبوۃ" میں سید اشرف جہانگیر نے "لطائف اشرفی" میں صاحب "سعادت الکونین فی فضائل الحسنینؑ" نے اپنی کتاب میں معتبر اسناد سے تحریر کیا ہے کہ مشہور ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک زانو پر اپنے نور العین حسینؑ اور دوسرے زانو پر اپنے فرزند ابراہیمؑ کو بٹھائے تھے۔ ناگاہ حضرت جبرئیلؑ نے پیغام پہنچایا کہ یہ دونوں آپؐ کے پاس نہیں رہ سکتے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیجیے۔ نہایت افسوس کی جگہ اور غور کرنے کا مقام ہے کہ دو پیاروں میں اس قسم کا فیصلہ کس کا قلب کر سکتا ہے۔ ایک بیٹا اور دوسرا بیٹی کا بیٹا۔ لیکن واہ رے حسینؑ کی محبت۔ جس پر دل نے کس طرح ابراہیمؑ کو حسینؑ پر ترجیح نہ دی اور حسینؑ ہی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیمؑ نے انتقال فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کی نظر امام حسینؑ پر پڑتی تھی تو آپ جوش کے ساتھ فرماتے تھے۔ اھلاً و مرحباً بمن فدیتہ بابنی مبارک اور خوشگوار ہو۔ اے میرے وہ پیارے جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔"

(رسالہ البلاء المبین ص ۱۲)

پس محبت حسینؑ میں رسول الثقلینؐ کا اپنے فرزند دلبند کو قربان کر دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ حسینؑ کی محبت میں کسی بھی قربانی سے دریغ

کیا جائے جبکہ عزاداری اس ایثار سے بہت ہی کمتر درجہ رکھتی ہے۔

ثبوت ۷: غم حسینؑ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور روح اللہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی سوگواری

صفین کے سفر کے دوران جب حضرت علی علیہ السلام مع اپنے لشکر کے کوفے کا پل پار کر کے مسجد ابو سترہ میں داخل ہوئے تو وہاں نماز ادا کی اور تسبیح پڑھی پھر سرزمین بابل پر پہنچے تو اپنے لشکر کو وہاں سے تیزی سے گزر جانے کا حکم دیا کیونکہ یہاں ایک واقعہ پیش آئے گا جس میں بہت سے مرد زمین میں دھنس جائیں گے۔ یہ سن کر اہل لشکر نے بڑی عجلت میں یہ سفر کیا۔ جب آپ کربلا کے مقام پر پہنچے تو دریائے فرات کے کنارے جہاں چند کھجوروں کے درخت تھے تشریف لے گئے۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس مقام کو نہیں جانتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے عبداللہ! اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کون اور کیسی سرزمین ہے تو تم بے اختیار زار زار رو دو۔ یہ ارشاد فرما کر خود حضرت علیؑ اتنا روئے کہ محاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا افسوس ہے میرے ساتھ آل ابوسفیان نے کیسی عداوت اختیار کی ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے فرزند صبر اختیار کرو۔ اور دیکھو آج کے دن ابوسفیان کی آل سے کیا دکھ اٹھا رہا ہوں۔ کل تمہیں بھی ان ظالموں کے ظلم برداشت کرنا ہوں گے۔ اس گفتگو کے بعد امیر المومنینؑ

نے وضو کیا اور چند رکعات نماز پڑھ کر ایک ساعت کے لیے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو طلب کیا اور فرمایا اے ابن عباس! میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ ایک نورانی چہرہ گروہ مرداں نازل ہوا ہے جس میں تمام حضرات تلواریں حمائل کئے ہیں۔ اور سفید علم ہاتھوں میں لئے ہیں۔ انہوں نے اس سرزمین کے ارد گرد ایک لکیر کھینچی۔ اس وقت ان کھجوروں کے درختوں کی یہ حالت تھی کہ اپنی شاخیں زمین پر ٹیک رہے تھے۔ تازہ خون کی نہر جاری تھی۔ حسینؑ فریاد کر رہا ہے۔ لیکن کوئی اس کا فریاد رس نہیں ہوتا۔ اور وہ سفید چہروں والے لوگ ندا کر رہے ہیں کہ اے آلِ رسولؐ صبر کرو۔ اور جان لو کہ تم بدترین مخلوق کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہو۔ اے حسینؑ! تم کو بشارت ہو کہ بہشت تمہارے قدم کی مشتاق ہے۔ پھر وہ لوگ میرے پاس آئے اور رسم تعزیت بجا لائے۔ یہاں تک کہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ اے عبداللہ ابن عباسؓ خداوند کریم کی قسم محمدؐ نے مجھے مطلع فرمایا تھا کہ میں بہنگام سفر میں کربلا پر یہ خواب دیکھوں گا اے ابن عباسؓ یہ وہی زمین ہے جس میں حسینؑ اور ایک جماعت فرزندان فاطمۂ بنت رسولؐ کی مدفون ہوگی۔ اہلِ آسمان بھی اس بقعہ کو کربلا کہتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اس سرزمین میں اس جگہ کو تلاش کرو جہاں ہرن شب گذاری کرتے ہیں اور آرام لیتے ہیں۔ جب [illegible] گئے اور وہ مقام معلوم کر کے آئے۔ چنانچہ حضرت امیرؑ نے فرمایا اللہ اکبر صدق رسول اللہ۔ پھر آپؑ اس مقام پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر ایک مٹھی ہرنوں کی مینگنیوں کی کہ جن کا رنگ زعفرانی تھا

اور جن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اٹھا کر سونگھی اور فرمایا بے شک اللہ کے رسولؐ نے ایسا ہی پتہ دیا تھا۔ اے عبداللہ! مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کا گذر اس سرزمین پر ہوا۔ اور میری طرح یہ مشک آہوان (ہرنوں کی مینگنیاں) دیکھ کر انہوں نے بھی سونگھا تھا۔ اس وقت تمام ہرن ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اور جناب عیسیٰؑ روتے تھے۔ حواریوں نے موجب گریہ دریافت کیا۔ تو جناب مسیحؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سرزمین وہ ہے جس میں فرزند محمد مصطفیٰؐ کو قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مظلوم مقتول پیغمبرؐ آخری کی دختر نیک اختر کا لخت جگر ہے۔ پس مسیحؑ نے مینگنیاں اٹھا کر سونگھیں اور حواریوں سے فرمایا کہ یہ اس لئے خوشبودار ہیں کہ خدا تعالے ایک دن فرزند محمد مصطفیٰؐ کو اس جگہ مارے گا۔ وہ ان کی خوشبو سے تسلی پائے گا۔

اے عبداللہ! یہ وہی مینگنیاں ہیں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں۔ جن کو عیسیٰؑ نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا۔ جب جناب امیرؑ یہ فرما چکے تو بہت گریہ کیا۔ اور فرمایا اے پروردگار عیسیٰؑ مسیح، بیٹے کے قاتلوں کی نسل سے برکت کو سلب فرما اور ان کو ہمیشہ کے لئے ملعون کر۔ پھر آپ اس قدر روئے کہ حالتِ غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش ہوا تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور بار بار مینگنیوں کو سونگھتے تھے اور اپنے فرزند رشید حسینؑ کو تسلی دیتے تھے۔

(ماخوذ از ملا امین مجرا تاریخ روضۃ الاحباب حبیب السیر --- فتوحات اعثم کوفی)

اس واقعے سے مندرجہ ذیل امور عزاداری ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) زیارت روضۂ مبارک سید الشہداء علیہ السلام کا استحباب اور سیرۂ انبیاءؑ و معصومینؑ و آئمہؑ۔

(۲) جلوس کی شکل میں علم ہاتھ میں لے کر امام بارگاہ میں آنا۔

(۳) حسینؑ سے منسوب نشانیوں کا احترام کرنا اور ان کی زیارت کرنا خواہ وہ برتنوں کی ٹھیکریاں ہی کیوں نہ ہوں۔

(۴) غمِ حسینؑ میں گریہ زاری کرنا اور ان کے موذیوں کے لئے لعنت کی صدا دینا۔

(۵) صدیاں بیت جانے کے بعد بھی واقعۂ کربلا کی یادگار کو قائم رکھنا جب کہ مسیحؑ نے کئی صدیاں قبل زمینِ کربلا پر مقامِ قتل گاہ کی زیارت کی۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے خصوصاً ابن عباسؓ کو جائے عاملِ کے تلاش کر لینے کا حکم دیا۔

(۶) کھجور کے درختوں کی شاخوں کا نیچے جھک کر ماتم کرنا اور زمین پر سر مارنا۔

(۷) نہر کے پانی کا خون بن جانا اور پھر جاری رہنا۔

ثبوت ۸:- سبطِ اکبر امام حسن علیہ السلام اور مصائبِ حسینؑ پر تمام مخلوقات کی عزاداری

شہادتِ امام حسنؑ کے موقع پر امام حسینؑ رونے لگے۔ امام حسنؑ نے اپنے برادر کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے جانِ برادر تم مجھ پر کیے گئے صرف اس ظلم کے صدمہ میں روتے ہو کہ مجھے پوشیدہ طور پر زہر دے کر قتل کیا گیا۔

گے۔ اور وہ مصیبت تمہارے یوم مصیبت جیسی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اے ابو عبد اللہ تم پر تمیں ہزار شقی لوگ ایسے چڑھ آئیں گے جو خود کو ہمارے نانا کی امت سمجھتے ہوں گے۔ اور پابندِ اسلام بتائیں گے۔ وہ سب مل کر تمہیں قتل کریں گے تمہارا خون بہائیں گے اور تمہاری حرمت کو غارت کریں گے۔ تمہارے بچوں اور عورتوں کو قید کریں گے۔ اور تمہارے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے۔ اس وقت بنی امیہ پر لعنت حلال ہو جائے گی اور آسمان سے گرد و خون برسے گا۔ اور دنیا کی تمام مخلوقات تم پر رونا شروع کر دے گی۔ یہاں تک کہ جنگل کے تمام جانور اور دریا کی تمام مچھلیاں تم پر آنسو بہائیں گی۔"

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۳۶ بحوالہ واقعات کربلا کے روحانی اسباب صفحہ ۴۲)

ثبوت ۹:- عزادارِ حسینؑ سے امام حسین علیہ السلام کا وعدۂ جنت

ملا علی قاری اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بروایت مسند احمد بن حنبل اسناد مسند تحریر کرتے ہیں کہ:-

"امام حسینؑ نے فرمایا کہ جس شخص کی آنکھیں ہمارے غم میں اشکبار ہوں یا جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے، ایک قطرہ آنسو کا بہائے خدا اس کو جنت عطا کرے گا۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۲۱ مطبوعہ کانپور)

پس ثابت ہوا کہ غمِ حسینؑ میں گریہ ہونا سببِ حصولِ جنت کی ضمانت ہے۔

ثبوت نمبر۱۰۔ امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کے ارشادات کہ مومن عزادار قیامت کے دن کی سختی اور دوزخ کی عقوبت سے محفوظ ہوگا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد بزرگوار حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے جس مومن کی آنکھیں امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت پر روئیں گی اور اس کے آنسو اس کے رخسار پر بہیں گے۔ خدا اس کے لئے جنت میں ایک غرفہ عطا فرمائے گا۔ اور جو کوئی اپنی آنکھوں کو اشکبار کرے گا یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ کر اس کے گالوں پر آجائیں ہماری مصیبتوں کو یاد کر کے جو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہم کو پہنچی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبتوں کو دور کر دے گا اور قیامت کے دن وہ قیامت کی سختی اور دوزخ کی عقوبت سے مامون و محفوظ رہے گا۔

(ینابیع المودۃ فی القربیٰ از سلیمان بلخی صفحہ ۴۹۸ بحوالہ واقعات کربلا کی پلید صفحہ ۱۲۱)

ثبوت نمبر۱۱۔ ذکر مصائب اہلبیتؑ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے امام جعفر صادقؑ کا فرمان

کتاب مذکورہ بالا ہی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو

شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے گا یا ان مصائب کا ذکر کرائے گا۔ ان کو سن کر اگر وہ اپنی آنکھوں سے ایک مچھر کے پر کے برابر بھی آنسو گرائے گا تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ سمندر کے جھاگ جتنے کیوں نہ ہوں۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

پس بمطابق فرمانِ صادق آل محمدؑ مجلس عزا کا اہتمام اور اس میں رونا اور رلانا گناہوں کو بخشوانے کا ذریعہ ہے۔

ثبوت نمبر۱۲۔ "ماتم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے" امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد

کلینیؒ نے "فروع کافی" میں عبداللہ کابلی سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری زوجہ اور ابن مارد کی اہلیہ ماتم میں شرکت کے لئے جاتی ہیں۔ جب میں ان دونوں کو (اس عام ماتم داری سے) منع کرتا ہوں تو میری بیوی مجھ سے کہتی ہے کہ اگر ماتم حرام ہے تو ہم کو اس سے منع کرو ہم رک جائیں۔ اور اگر یہ حرام ہی نہیں تو ہم کو کیوں روکتے ہو؟ جب ہمارا کوئی مرے گا تو ہمارے پاس (تعزیت کے لئے) کوئی نہیں آئے گا۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ تم مجھ سے حقوق الناس کے متعلق سوال کرتے ہو۔ میرے والد (امام جعفر صادقؑ) میری والدہ اور ام فروہ کو ماتم میں شرکت کے لئے بھیجتے تھے تاکہ وہ اہل مدینہ کے حقوق ادا کریں۔ (یعنی روکو مت کرنا صحیح نہیں ہے)

امام برحق نہ ہی خود حرام فعل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر ماتم حرام ہوتا تو امام صادقؑ نہ ہی اپنی زوجہ کو اس میں شرکت کی

اجازت دیجے ورنہ اُم فروہ کو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر محلہ و قصبہ میں کوئی موت ہو جائے تو متوفی کے لواحقین کا اہل محلہ و قریہ پر حق ہے کہ اہل شہر ان کو جاکر پرسہ دیں۔

اسی حق کی روشنی میں اہلبیت نبیؐ کا بھوکا و پیاسا ذبح ہو جانا اور عرب کے گھر کا چند گھڑیوں میں اُجڑ جانا متقضی ہے کہ رسولؐ کرم کو پرسہ دیا جائے۔ علیؑ و فاطمہؑ و سادات عظام سے اظہار تعزیت کیا جائے۔

ثبوت نمبر ۱۳:۔ امام حسینؑ کے لئے ماتم کی عام اجازت اور معصومؑ کا حکم

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں نے امام حسینؑ کے مصائب پر اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان چاک بھی کیے۔ پس حسینؑ مظلوم کے لئے منہ پیٹے جائیں اور گریبان پھاڑے جائیں۔ (جواہر الکلام جلد [illegible])

امام معصومؑ کے اس حکم کے بعد ماتم کے جائز ہونے میں کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

ثبوت نمبر ۱۴:۔ گریہ اور خدا کا محکم حکم

قرآن مجید میں ہے۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۸۲)

یعنی بہت تھوڑا ہنسو اور بہت زیادہ گریہ و بکا کرو اپنے کیے کی جزا میں۔

اگر رونا دھونا مستحسن نہ ہوتا تو اس کی کثرت عمل کا حکم ہرگز نہ دیا جاتا۔ اور کوئی بھی منصف مزاج اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تمام مقربان و مخلصان بارگاہ الٰہی نے اس فعل مستحسن کو اپنا معیار عمل بنایا۔ انبیاء و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین اس عمل میں سب سے اول و اکمل ثابت ہوتے ہیں اور فطرت محکم اور حقیقت کاملہ کے اعتبار سے ان ہادیوں کے تمام اعمال ہمارے لئے بہترین دستور العمل ہیں۔ پس رونے کی مخالفت کرنا اللہ اور رسولوں کی مخالفت کرنا ہے۔

ثبوت نمبر ۱۵:۔ شہادت حسینؑ پر ہاتف غیبی کی مرثیہ خوانی اور جنات کی نوحہ خوانی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے "سر الشہادتین" میں لکھا ہے کہ

"وهتفت الهواتف بالمراثی ونوح الجن وبكائهم۔"

(سر الشہادتین ص [illegible])

اور ہاتف غیبی نے مرثیہ خوانی کی اور جنات نے نوحہ کیا اور گریہ زاری کی (شہادت حسینؑ پر)۔

ثبوت نمبر ۱۶:۔ غمناک قدرتی آثار کے ذریعے عزاداری یاد شہادت حسینؑ کو دائمی طور پر جاری رکھنا مقصود ہے۔

"اسی طرح کے دوسرے اسباب شہرت سانحہ کربلا بھی ہیں اور یہ سب کچھ اس

لئے تھا کہ جو لوگ (اس وقت) موجود تھے اور جو لوگ موجود نہ تھے اس شہادتِ عظمیٰ سے واقف ہو جائیں۔ اور یہ اس لئے بھی تھا کہ (حسینؑ پر) گریہ زاری باقی رکھی جائے۔ اور غم و الم ہمیشہ رہ جائے اور ان دردناک مصائب کا اُمتِ محمدی میں روزِ قیامت تک تذکرہ ہوتا ہے پس یہ شہادتِ عظمیٰ شہرت کی انتہا کو پہنچ گئی۔ عالم بالا (سماوات) میں عالم زیریں (زمین) میں۔ عالم غیب میں اور عالم حضوری میں جنات میں اور انسانوں میں۔ زبان والوں میں اور بے زبانوں میں۔"

(سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۱۴)

پس شاہ عبدالعزیز محدث کے منقولہ بالا تمہیدی بیان سے ثابت ہوا کہ شہادتِ حسینؑ کی یادگار کو قیامت تک قائم رکھنا مصائب سید الشہداءؑ کا ذکر جاری رکھنا اور عزاداری کو باقی رکھنا اُمتِ محمدیہ کے لئے ضروری ہے پس ایسے عظیم المرتبہ واقعہ کی یاد منانا باعثِ ثواب و نجات ہے۔

ثبوت ۱۷۔ ابوالبشر حضرت آدمؑ کا جناب ہابیلؑ کیلئے مرثیہ لکھنا اور اپنی آئندہ نسل میں اس کا ذکر جاری کرنے کی وصیت فرمانا

"جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا تو آدمؑ کو گریہ ہوا۔ اور انہوں نے سریانی زبان میں شعر کے طرز پر بیٹے کا مرثیہ لکھا۔ اور شیثؑ کو وصیت کی کہ اس کلام کو یاد کر لو اور لوگوں کو سنا دو تاکہ آئندہ نسلوں میں اس کا ذکر قائم رہ جائے اور لوگ اس کو سن کر رویا کریں۔"

(روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۲۰ فارسی مطبوعہ لکھنؤ)

پس اولاد کے لئے والدین کی وصیت پر عمل کرنا واجب ہے۔ بلٰہذا بنی آدم کو چاہیے کہ آدمؑ کی سنت پر عمل کرے۔ گریہ زاری اور مرثیہ خوانی کی مخالفت نہ کرے!

ثبوت ۱۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بی بی سارہ کیلئے ماتم کرنا

"اور سارہ کی عمر ایک سو ستائیس برس کی ہوئی۔ سارہ کی زندگی کے اتنے ہی سال تھے۔ اور سارہ نے قریت اربع میں وفات پائی۔ یہ کنعان میں ہے حبرون بھی کہلاتا ہے۔ اور ابراہام سارہ کے لئے ماتم اور نوحہ کرنے کو وہاں گیا۔"

(کتاب مقدس۔ پیدائش باب ۲۳ آیت ۱ تا ۲ پرانا عہد نامہ)

اگر ماتم و نوحہ حرام ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسا کرتے اور کر لیتے تو خدا اُن کو روک دیتا۔

ثبوت ۱۹۔ توریت میں ماتم اور نوحہ خوانی کا خدائی حکم

"اے میری بنتِ قوم ٹاٹ اوڑھ اور راکھ میں لیٹ۔ اپنے اکلوتوں پر ماتم اور دلخراش نوحہ کر کیونکہ غارتگر ہم پر اچانک آئے گا۔"

(کتاب مقدس۔ کتاب یرمیاہ۔ باب ۶ آیت ۲۶)

ثبوت ۲۰۔ الہامی نوحہ

اگر نوحہ خوانی حرام ہوتی تو خدا اپنے نبی یرمیاہ پر نازل کردہ صحیفہ کا نام نوحہ نہ رکھتا۔ (دیکھئے عہد نامہ قدیم میں کتاب نمبر ۲۵ "نوحہ" جس میں حضرت یرمیاہ کا نوحہ مرقوم ہے۔)

ثبوت ۲۱۔ مغموم اور ماتمیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم تو روؤ گے اور ماتم کرو گے مگر دنیا خوش ہوگی۔ تم غمگین تو ہوگے مگر تمہارا غم ہی خوشی بن جائے گا۔"

(نیا عہد نامہ، کتاب (انجیل) یوحنا باب ۱۶ آیت ۲۰)

پس اگر غم منانا اور ماتم کرنا مذموم ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مغموم و ماتمیوں کو خوشی کی خوشخبری نہ دیتے۔

ثبوت ۲۲۔ رونے والے مبارک ہیں!

"مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ ہنسو گے۔" یسوع مسیح

(عہد نامہ جدید انجیل لوقا آیت ۲۱ باب ۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تم جو اب روتے ہو تو پھر ہنسو گے۔ اگر رونا مذموم ہوتا تو آپ اس کی مذمت فرماتے۔

ثبوت ۲۳۔ واویلا کا جواز

واویلا کرنے کے جواز میں بعض مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں، کتاب اللہ میں بھی یا ویلتا موجود ہے۔

"یہ امر ظاہری اور ضروری واجب التسلیم ہے کہ ہر قسم کا نوحہ حرام نہیں، بعض مراتب نوحہ جائز ہیں۔"

(الفیض الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۴۶۲ جلد ۲ المطبوعہ مصر)

ثبوت ۲۴۔ بوقت مصیبت عزاداری صبر کے منافی نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی، کہتے ہیں کہ اس (گریہ و بکا) میں خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے۔ اور یہ امر اتنا بعض نے الٰہی ہونے کا منافی نہیں ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو فطرۃً حزن و ملال کرتا ہے۔ اور اس عمل سے تاوقتیکہ اس کا قلب مصیبت میں مطمئن رہے۔ دائرہ راضین و صابرین سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بے تاب نہیں ہوتا اور اپنے دل و درد غم کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اس کا مرتبہ اس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے تاب اور بے قابو ہوتا ہے۔

علامہ زرقانی کی مفصل بحث کا یہ اقتباس ہم نے "واقعات کربلا کی یادگار کے ثبوت" سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح کا اشارہ علامہ طبری کی بحث میں بھی ہے۔ اب ہم اس کی روشنی میں یہ ثبوت واضح کرتے ہیں کہ گریہ و بکا صبر کے منافی نہیں ہے۔

ثبوت ۲۵۔ حضرت جعفر طیارؑ کی شہادت پر رسول اکرمؐ کی گریہ زاری

حضرت جعفرؑ (طیارؑ) کی خبر شہادت پر آنحضرتؐ کے گریہ اور حزن و ملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت میں گریہ و بکا کرنے کی وجہ سے صابروں اور رضاء الٰہی کے رضامندوں کے دائرے سے باہر نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس کا قلب مطمئن ہے کیونکہ مصیبت میں یہ حالت (گریہ و بکا) کی رحمت اور رقت کے آثار میں سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل میں ودیعت فرمائی گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

جب شخص پر مصیبت پڑے اور وہ ، پیٹے نہ مدوں کا خلاف صبر و رنگ ہے تو اس کا مرتبہ اس شخص سے جو مصیبت میں درد مند نہیں ہوتا اور رقت قلب سے آنسو نہیں بہاتا بلند ہوگا کیونکہ مصیبت میں درد مند نہ ہونا اور آہ و زاری نہ کرنا قساوت قلبی کی نشانی ہے۔

(روضۃ الاحباب محدث شیرازی علامہ جمال الدین افغانی بحوالہ واقعات کربلا کی یادگار صفحہ ۹)

اب اگر اسی اصول عمل کی مطابقت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واقعات شہادت اور حسن و کمال اور گریہ بکا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم معصوم ہیں۔ آپ معصوم پیغمبر ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے بکمال استقلال اپنے عم زاد برادر کے واقعہ شہادت پر بھی برضائے الٰہی رہ کر صبر و سکوت فرمایا لیکن رقت قلب اور رحمدلی کے تقاضہ جو ودیعت الٰہی تھا وہ کی ہے اشک روانی فرمائی مگر حضرت جعفر کے عیال کو غیر معصوم تھے۔ چنانچہ حسب فطرت انسانی کے مطابق انہوں نے آپ کی موجودگی میں جزع و فزع کی۔ لہٰذا بقول علماء اہل سنت طبری ابن جریر […] محدث شیرازی وہ قساوت قلبی شمار ہوگی۔

علیٰ ہذا القیاس ثابت ہوا کہ وقت مصیبت عزاداری صبر کے خلاف نہیں بلکہ رحمت و رقت […] سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے۔

ثبوت ۲۶:۔ حضرت عائشہ کی حضرت ابوبکر پر نوحہ خوانی

ام المسلمین حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کی وفات پر نوحہ برپا کیا اور نوحہ خوان بلائیں۔ (تاریخ کامل صفحہ ۱۸۸ جلد ۲ عقد الفرید صفحہ ۹ ج ۳)

اگر نوحہ خوانی حرام ہوتی تو وہ حضرت رسول کی زوجہ اس کا ارتکاب کیوں کرتیں؟

ثبوت ۲۷:۔ بیت اللہ شبیہ بیت المعمور ہے

تحقیق اللہ نے اپنے عرش کے نیچے بیت المعمور کو بنایا۔ پس حکم ہوا کہ اس کا طواف بھی اس طرح کیا جائے جیسا کہ بیت المعمور کا اہل آسمان کرتے ہیں۔ (تفسیر جمل حاشیہ جلالین جلد اول صفحہ ۲۹)

خانہ کعبہ کو بیت المعمور سے تشبیہ کر کے خدا نے خود مکان مقدس کی شبیہ بنانے کی منظوری دی۔ پس مرثیہ و تعزیہ جو کہ روضہ مبارک کی شبیہیں ہیں۔ ان کے بنانے کے جواز کا ثبوت پیدا ہوا۔

ثبوت ۲۸:۔ شبیہ و تعزیہ بنانے کی اجازت

اہل سنت کی مشہور تفسیر میں امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ بیت المعمور کی شبیہ ہے۔ اور بیت المعمور تحت العرش ہے۔ ثابت ہوا کہ مقامات مقدسہ کی تشبیہ بنانے کا سلسلہ دراصل عرش سے شروع ہوا۔ کہ اس لامکان غیر محدود خالق نے اپنی ذات کے مظاہر بنائے تو […] مظہر کامل بنانا کمال ہے۔ لہٰذا مطلق کو مقید کر دو معقول کو محسوسات میں لاؤ۔ عبادت حق مرتبہ الوہیت بنانا ہے۔ مظاہر […] کا حق نہیں جیسا کہ طینت حق انسان مطلق ہے۔ اس کے جزئیات افراد کا حق نہیں۔ وحدت […] ہر مطلق کا حق ہے۔ اس کی اصنام کا حق نہیں۔ لہٰذا بت سازی منع ہوئی۔ کیونکہ وہ خدا کے مظہر سمجھے جانے لگے تھے۔ چونکہ سامان بھی خدا کا مظہر ہے۔ اس کی نشانی بھی بت پرستی تھی لہٰذا وہ بھی منع ہوئی۔

۱؎ لیکن اس نے خود اپنے مظاہر بنائے جیسا کہ مظہر العجائب مرتضیٰ امیر علیہ السلام ہیں۔

اب چونکہ مکان کی شبیہ میں یہ شبہ نہیں کیونکہ مکان کو کوئی مکین نہیں سمجھتا۔ بلکہ مکان ایک نشان ہے جس کو دیکھ کر مالک مکان یاد آتا ہے۔ لہٰذا تحت العرش کی شبیہ بیت المعمور بنی اور زمین پر بیت المعمور کی شبیہ بیت اللہ بنا۔ پھر مسجد الحرام اور اس مسجد کی شبیہیں قریہ قریہ اور بستی بستی بنی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی مکان کی شبیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن مکین کی شبیہ نہ ہو۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ روضہ امام حسینؑ کی شبیہیں بنانے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ گناہ بلکہ مقام مقدس کی نقل بنا کر اس کا احترام کرنا جائز و مباح ہے۔

ثبوت نمبر ۲۹:۔ معصوم کی ماتم کیلئے وصیت

مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ماتم کے لئے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔ (فروع کافی بحوالہ ماتم اور صحابہ صفحہ ۱۳۹)

اگر ماتم حرام ہوتا تو امام معصوم اس کے لئے ہرگز وصیت نہ فرماتے۔

ثبوت نمبر ۳۰:۔ امام برحق کی "ندبہ" کیلئے وصیت

روایت ہے کہ حضرت باقر العلوم سیدنا امام محمد باقر نے وصیت کی تھی کہ ان پر دس برس تک ندبہ کیا جائے۔ (وسائل الشیعہ بحوالہ ماتم اور صحابہ صفحہ ۱۳۹)

اگر ندبہ ناجائز ہوتا تو امام اپنے لئے ایسی وصیت کبھی نہ فرماتے۔

ثبوت نمبر ۳۱:۔ اہل ماتم کو نذر و نیاز کھلانا جائز ہے

امام محمد باقر علیہ السلام سے اہل ماتم کو طعام دینے کے متعلق دریافت کیا گیا۔

تو فرمایا (وہ) جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب جعفر بن ابی طالب کی شہادت پر ان کے اہل و عیال جو کہ ماتم میں مصروف تھے کو کھانا بھیجنے کا حکم دیا۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بھی ان مستورات کے لئے طعام کا بندوبست کرتے تھے۔ جو ماتم میں مصروف رہتی تھیں۔

(وسائل الشیعہ کتاب الطہارۃ بحوالہ ماتم اور صحابہ صفحہ)

پس ثابت ہوا کہ اہل ماتم کو نذر و نیاز کھلانا سنت رسول ہے۔

ثبوت نمبر ۳۲:۔ رسالت مآبؐ کا سیاہ لباس پہننا

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقش چادر بھی پہنتے تھے سادہ چادر بھی اور حضورؐ کالا لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔

(زاد المعاد جلد اول صفحہ)

اگر سیاہ لباس پہننا ممنوع ہوتا تو آنحضرت اس رنگ کا لباس کیوں پہنتے؟

ثبوت نمبر ۳۳:۔ امین الوحی حضرت جبرئیلؑ کا سیاہ پوش ہونا

صحابی انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ایک روز جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور وہ کالی عبا اوڑھے ہوئے تھے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھے اور سیاہ پوش ہوتے تھے۔ (تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

اگر سیاہ لباس دوزخی لوگوں کا ہے تو پھر جبرئیل جیسے معصوم فرشتے نے اسے زیب تن کیوں کیا؟

ثبوت نمبر ۳۴:۔ حضرت عمر بن خطاب کالے لباس میں

علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابی بکر ابسی نے دیکھا کہ حضرت عمر کے

دن حضرت عمرؓ سیاہ چادر پہنے اور اوڑھے ہوئے تھے۔ (ماتم اور صحابہ صفحہ ۲۰)

اگر کالے کپڑے پہننا حرام ہے تو فاروق اعظم اہلسنت نے اس رنگ کا لباس کیوں پہنا؟

ثبوت نمبر ۳۵۔ حضرت عثمان کے غم میں سیاہ پوشی

"خلیفہ سوم اہلسنت حضرت عثمان کے قتل کے دن ایک جماعت نے سیاہ لباس پہنا" (شرح شمائل ترمذی ۱۶۶)

اگر کالا لباس پہننے میں کوئی قباحت ہوتی تو حضرت عثمان کی سوگوار جماعت ایسے کپڑے نہ پہنتی۔

ثبوت نمبر ۳۶۔ کالی کملی والےؐ کی کالی پگڑی

مروی ہے کہ حضورؐ کو دیکھا گیا کہ آنجنابؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور آنحضرتؐ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

(صحیح ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۰۵، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۰، سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

کیا اب بھی کالے لباس کے خلاف فتویٰ دے کر منہ کالا کروانے کا خیال ہے؟

ثبوت نمبر ۳۷۔ وفات عمرؓ پر جنات کی مرثیہ خوانی سیاہ پوشی اور ماتم

محب الطبری مشہور علامہ اہلسنت نے اپنی معتبر کتاب "ریاض النضرۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے انتقال پر جنات نے مرثیہ کہا کہ اے عمرؓ تیری موت کے غم میں جنات کی عورتیں جو حسن میں دینار سونے کی مانند ہیں اپنے منہ پیٹ رہی ہیں

اور تیرے غم میں، انہوں نے اپنے ریشمی لباس کالے لباسوں میں تبدیل کر لئے ہیں۔"

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ بغداد)

میں تو ایسے ہی کہوں گا اس تعزیہ کو نگ گی تمہارے چوراہے سے۔

ثبوت نمبر ۳۸۔ سبط اکبر امام حسنؑ کی سیاہ پوشی

"امام حسن علیہ السلام سیاہ لباس پہن کر خطبہ دیتے تھے اور آپ کا عمامہ سیاہ ہوتا تھا" (شرح شمائل ترمذی صفحہ ۱۶۶)

اگر جوانانِ جنت کے سردار، فرزند رسولؐ اگر کالا لباس زیب تن کر سکتے ہیں تو پھر ملاں کے فتوے کی کیا وقعت ہوگی۔

ثبوت نمبر ۳۹۔ ابوہریرہؓ کا ماتم

راوی کا بیان ہے کہ "میں نے ابوہریرہ کو دیکھا کہ وہ اپنا ماتھا پیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اہل عراق تم گمان کرتے ہو کہ میں نبیؐ پر جھوٹ باندھتا ہوں"

(ادب المفرد بخاری، سنن ابن ماجہ جلد ۱، ماتم اور صحابہ صفحہ ۱۲۳)

صحابی رسولؐ حضرت ابوہریرہ کے ماتم کے خلاف کیا فتویٰ ہوگا؟

ثبوت نمبر ۴۰۔ حضرت عمرؓ کا سر پیٹنا اور بین کرنا

روایت ہے حضرت عمرؓ کو نعمان بن مقرن کی موت سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا اور چیخنے لگے ہائے افسوس نعمان کے لئے!

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۷ کتاب الموت)

افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ نعمان کا غم منائیں تو کوئی جرم نہیں مگر شیعہ حسینؑ کی عزاداری کریں تو خطاوار ٹھہرائے جائیں۔

ثبوت ۴۱: حضرت عثمان کے غم میں ماتم

علامہ ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ جب قاتلوں نے حضرت عثمانؓ کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے چیخ و پکار کی اور منہ پیٹے۔ ان پیٹنے والی عورتوں میں حضرت عثمان کی بیویاں تھیں۔ ایک نائلہ اور دوسری ام البنین اور دو بیٹیاں تھیں۔"

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۸۹ / تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ / تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۵۹)

اگر حق الیقین کی یہ دلیل مان لی جائے کہ ماتم سب سے پہلے زینبؑ کے گھر سے شروع ہوا تو بی بی عثمان سے اہل خانہ کی ماتم داری سے بھی یہی ماخوذ ہوگا کہ اس سوگ کو رواج خود بی بی عثمان کو قتل کر کے پیٹنا شروع کر دیا۔ فافہم!

ثبوت ۴۲: اصحاب رسولؐ کا ران پیٹنا

معاویہ بن حکم سلمی سے مروی ہے کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اُسے یرحمک اللہ کہا تو قوم نے مجھے گھورا تو میں نے ان سے کہا مجھے کیوں گھورتے ہو تو سب نے اپنی رانوں کو پیٹا۔

(سنن نسائی جلد ۳ صفحہ ۱۴ / سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ باب تحریم الکلام)

اگر ان پر اعتبار نے علاج ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ موجودگی رسولؐ میں اصحاب نے رانوں کو پیٹ کر اپنے اعمال کیوں گنوا دیئے۔!

ثبوت ۴۳: حضرت حیدر کرارؑ کا ران پیٹنا

"چون شکست بر لشکر ام المومنین افتاد و مردم از طرفین مقتول شدند

حضرت امیر ایشاں را ملاحظہ فرمود ران ہائے خود را کوفتن گرفت۔"

(تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۴۳۵)

یعنی جب (جنگ جمل میں) لشکر حضرت عائشہؓ کو شکست ہوئی اور امیر المومنینؑ نے طرفین کے مقتولوں کی لاشوں کو دیکھا تو (اس صدمہ سے) اپنی ران کو پیٹنا شروع کر دیا۔"

تعجب ہے کہ اہل سنت کے چوتھے خلیفہ اور شیعہ کے امام اول کو اس بات کا لحاظ نہ رہا کہ ران پیٹنے سے اعمال باطل ہوتے ہیں!

ثبوت ۴۴: رسول مقبولؐ کا ماتم میں شرکت کی اجازت دینا

ام المومنین حضرت ام سلمہ نے ایک دن حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی مخزوم کی عورتوں نے ولید ابن ولید ابن مغیرہ کا ماتم بپا کیا ہے (میں اس میں شرکت کی اجازت طلب کرتی ہوں) پس آنحضرتؐ نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ ام سلمہ آئیں اور روتے پیٹتے اس شعر کے ساتھ ماتم میں شرکت کی۔

ابکی الولید بن الولید بن المغیرہ — ابکی الولید بن الولید اخا العشیرہ

(کتاب المعجم الصغیر طبرانی صفحہ ۲۰)

اگر ماتم حرام ہے تو پھر آنحضرتؐ نے اپنی زوجہ محترمہ کو اس میں شرکت کی اجازت کیوں دی؟

ثبوت ۴۵: حضرت آدمؑ کا پیٹ کر خون بہانا

در روایت آمدہ است کہ چنداں قلق و اضطراب در دے اثر کردہ کہ دست

بزانو زده و گوشت و پوست از سر دست و سر زانوے او رفته بود و استخوان ظاہر شده۔ (معارج النبوۃ رکن اول ص۲۳)

یعنی حضرت آدمؑ میں بے چینی و اضطراب نے اس درجہ اثر کیا کہ اپنا ہاتھ زانو پر مارتے کہ اس سے گوشت و پوست ہاتھ اور زانو کا اتر گیا اور ہڈی ظاہر ہو گئی۔

اب ظاہر ہے ہاتھ کا ہاتھ مارنے سے گوشت پوست تو اُدھڑ نہیں سکتا اور نہ ہی ہڈی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آدمؑ کا یہ عمل متواتر رہا اور جب چمڑی اتری ہوگی تو خون بھی لازماً بہا ہوگا۔ اگر قلق و اضطراب کی حالت میں ماتم کرنا اور خون بہانا حرام ہوتا تو ایک معصوم نبی ایسے فعل حرام کا ارتکاب ہرگز نہ کرتے۔ اور اگر بشری تقاضے کے تحت بقول ایسا سہوؑ ہو بھی جاتا تو خدا کی طرف سے ممانعت ہو جاتی۔ پس یہ خیال کہ ماتم پیٹنے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ درست نہیں ہے۔

ثبوت نمبر ۲۶۔ ابن عباسؓ کا غم حسینؑ میں نابینا ہو جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اہلسنت بحر العلوم تسلیم کرتے ہیں۔ آپؓ کو حضرت امیرؑ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو ابن عباسؓ امام مظلوم کی مصیبت یاد کر کے اس طرح گریہ کرتے تھے کہ روتے روتے آپ کی بینائی ختم ہو گئی۔

(تذکرۃ الخواص الامۃ سبط ابن جوزی ص۹)

قاضی صاحب نے ایسی مثال طلب کی تھی جو پیش کر دی گئی ہے۔

ثبوت نمبر ۲۷۔ زندہ کا غم منانے کا اجر و ثواب

نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے (یوسفؑ) کا کتنا غم تھا۔ جواب ارشاد فرمایا کہ اتنا جتنا کسی ماں کے ستر بیٹے اکٹھے قتل ہو جائیں اور (دریافت کیا کہ اس غم یوسفؑ کا یعقوبؑ کیلئے) اجر کتنا؟ فرمایا سو شہید کے برابر۔ (تفسیر در منثور جلد ۴ ص۳۱ امام جلال الدین سیوطی)

یہی روایت تفسیر خازن جلد ۳ ص۲۵۳ میں اس طرح ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جبرئیلؑ سے یہی سوال کیا اور انہوں نے ایسا ہی جواب دیا۔

پس زندہ کے غم میں ماتم کرنے کا اعتراض رفع ہو گیا۔

ثبوت نمبر ۲۸۔ حضرت یعقوبؑ کا غم فرزند میں کمر خمیدہ ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کی بصارت کو کس چیز نے زائل کیا اور آپ کی کمر کو خمیدہ کس شے نے کیا۔ آنجناب نے جواب دیا۔ غم یوسفؑ میں رونے سے میری بصارت جاتی رہی اور بنیامین کے غم نے میری کمر کو جھکا دیا۔ (تفسیر خازن جلد سوم ص۲۵۲)

ثبوت نمبر ۲۹۔ امام زین العابدینؑ کی عزاداری داتا گنج بخش کی زبانی

(امام زین العابدینؑ اس قدر گریہ فرماتے کہ صبح ہو جاتی۔ ایک روز کسی نے عرض کیا اے میرے سردار۔ میرے ماں باپ کے سردار کب تک روتے رہیں گے؟ اور کب تک یہ حزن رہے گا۔ آپ نے فرمایا بھائی!

یعقوب علیہ السلام کا ایک یوسفؑ گم ہو گیا تھا تو اتنا روئے کہ چشم مبارک سفید ہو گئی۔ اور میں نے اپنے اٹھارہ آدمی مع باپ یعنی امام حسینؑ کو اپنے سے گم کئے ہیں۔ (کشف المحجوب علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری صفحہ ۱۹۰ اردو ترجمہ)

پس ثابت ہوا کہ غم حسینؑ بھولنے والی چیز نہیں ہے۔

ثبوت نمبر ۵۰ :- امام ابوحنیفہ کیلئے امام احمد بن حنبل کی عزاداری

"امام احمد بن حنبل حضرت امام ابوحنیفہ کی موت یاد کر کے گریہ کرتے اور ان کے لئے رحمۃ اللہ کہتے تھے"۔

(تاریخ خمیس علامہ حسین دیار بکری صفحہ ۳۲۵)

ایک امام اہلسنت کا دوسرے امام اہلسنت کے لئے گریہ و بکا کرنا دلیل ہے کہ عزاداری حرام نہیں ہے بلکہ مباح ہے۔

ثبوت نمبر ۵۱ :- خود ہی مارا خود ہی رو دیئے!

جب حضرت عمر بن خطاب نے اپنے بیٹے ابو شحمہ پر حد جاری کی اور آخری کوڑا اس کو لگا تو وہ گر پڑا۔ حضرت عمر نے اس کا سر اپنی آغوش میں رکھا اور رونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر سب نے رونا شروع کیا۔

(تاریخ الخمیس جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۲)

اگر زندہ کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے تو باپ نے بیٹے کو معذب کیوں کیا؟

ثبوت نمبر ۵۲ :- حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بلند آواز سے رونا

جب سعد بن معاذ کا انتقال ہوا تو نبی صلعم، حضرات ابوبکر و عمر آئے اور ابوبکر و عمر نے گریہ کیا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ابوبکر کے گریہ کو حضرت عمر کے گریہ سے پہچان لیا۔ یعنی تمیز کر لی جبکہ میں اپنے حجرے میں تھی۔ (کشف الغمہ مؤلفہ عبد الوہاب شافعی صفحہ ۱۰۱)

(اسی کتاب میں ہے کہ حضرات شیخین اس طرح روتے تھے کہ باہر کے اور دور تک بھی سنتے تھے صفحہ ۱۵۱)

اگر اونچی آواز سے رونا بے صبری کا مظاہرہ ہے تو پھر ان دونوں بزرگوں نے صبر کے دامن کو کیوں چھوڑ دیا؟

ثبوت نمبر ۵۳ :- اسیروں کیلئے رونا سنت نبوی اور سیرت شیخین ہے۔

جب رسول خدا اور حضرت ابوبکر بدر کے قیدیوں کے (غم) میں رو رہے تھے تو حضرت عمر نے نبی سے کہا کہ مجھے بتلائیے آپ کیوں گریہ زاری کر رہے ہیں۔ اگر مجھے رونا نہ آئے گا تو میں رونے والوں جیسی (مغموم) شکل بناؤں گا۔

(زاد المعاد صفحہ ۹۵ ابن قیم)

پس ثابت ہوا کہ معرکہ حق میں قیدی بنائے جانے والوں کے غم میں سوگوار ہونا سنت رسول بھی ہے اور سیرت شیخین بھی۔

ثبوت ۵۴: حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو تصاویر دکھانا

قرآن و تفاسیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ ہوئے اور ان کے برادران دربارِ عالی سے غلہ لینے آئے تو آنجناب نے اپنے بھائیوں کو شناخت کر لیا۔ اور ان کو یک کمرہ میں لے جانے کو کہا جہاں کہ وہ تمام ظلم کے واقعات تصاویر میں سجائے گئے تھے جو انہوں نے حضرت یوسفؑ پر کئے تھے۔

اگر شبیہیں بنانا جائز نہ ہوتا تو نبی ایسی تصاویر ہرگز تیار نہ کرواتے حضرت یوسفؑ کا تصاویر تیار کرا کے ظالم بھائیوں کو دکھانا اس بات کی دلیل ہے کہ ظالم کو اس کے مظالم کے نقشے ہمیشہ منظوم دکھایا کرتے تھے جو ظالموں کو پسند نہیں ہوتا۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ کرتوت ظاہر ہوں۔

ثبوت ۵۵: ابو الائمہ علیؑ اور اُم المسلمین عائشہ کا محمد بن ابوبکر پر جزع کرنا

جب جناب محمد بن ابوبکر کو قید کر کے معاویہ ابن خدیج کے پاس لایا گیا۔ تو اس نے محمد کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا۔ چنانچہ جس وقت بی بی عائشہ کو اپنے بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو اس مصیبت پر جزع کیا۔ اور ہر نماز کے قنوت[1] میں معاویہ، عمرو بن عاص کے لئے بددعا کرتی تھیں۔ اور جب محمد کے قتل کی خبر علیؑ کو پہنچی تو آنجناب نے بھی جزع کیا (تاریخ ابو الفدا جلد ۱ صفحہ ۹۰)

---

[1] معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتی تھیں۔

پس اگر جزع کرنا صبر کے منافی ہوتا تو صدیقہ اعصمت، اور خلیفہ راشد بے صبری کا مظاہرہ ہرگز نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ظالم کے حق میں بددعا کرنا یعنی لعنت بھیجنا عملِ اُم المومنین ہے۔

ثبوت ۵۶: زیارت علم مبارک اور اصحابِ رسولؐ کی گریہ زاری

جنگِ صفین میں افواج معاویہ کے خلاف لڑتے ہوئے جب حضرت عمار یاسرؓ جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا کو شہید کیا گیا تو اس دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے میدانِ صفین میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم نکالا اور یہ علم مبارک قیس ابن سعد بن عبادہ کو دیا۔ جب اس علم کو بدری صحابہ، انصار صحابہ اور مہاجرین صحابہ نے دیکھا تو اس کے نیچے جمع ہو گئے اور (زمانۂ رسولؐ یاد کر کے) پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

(تذکرۃ الخواص علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۵۲)

ثبوت ۵۷: علم کو احتراماً چومنا اور زیارت کی سعی کرنا

جب حضرت علیؑ نے جنگِ صفین میں مالک اشتر سے فرمایا کہ میرے پاس ایک علم ہے جو آج سے پہلے میں نے نہیں نکالا اور یہ وہ پہلا علم مبارک ہے جسے رسالت پناہ نے نکالا تھا اور آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے ابو الحسن تم میرے بعد ناکثین قاسطین سے جنگ کرو گے اور پھر جناب امیرؑ نے وہ علم نکالا اور وہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ پس جب لوگوں نے نبیؐ کا علم دیکھا تو بیقرار ہو کر زور سے رونے لگے اور جن لوگوں نے

اس علم تک پہنچنے کا راستہ پایا انہوں نے اُسے چُوما۔

(اکسیر العبادات صفحہ ۲۶۳ جواز ماتم اور سی بر صفحہ ۲۱۷)

پس شبیہ عَلَم سے مقصود ایک نقشہ کو ذہن میں لانا ہوتا ہے اور اس کا ادب و احترام اظہارِ عقیدت کے طور پر ہے۔ جو نہ ہی شرک و بدعت ہے ورنہ ہی امرِ ممنوع۔ جیسا کہ اصحاب و تابعین کے عمل سے مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہے۔

ثبوت ۵۸:۔ تعزیہ دار مستحق شفاعت شفیع المذنبینؐ ہے

مخالفینِ عزاداری کا خیال ہے کہ تعزیہ اور دیگر رسومات عزاداری کا ہندوستان میں بانی امیر تیمور تھا۔ چنانچہ ناصبی ذہن کے لوگوں نے تیمور کے خلاف کافی ہرزہ سرائیاں کی ہیں۔ چنانچہ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے ایک شاگرد مولوی غلام حیدر صاحب ملتان نے اپنی کتاب "اشتباہ الشیعہ" میں لکھا ہے کہ:۔

"کہ آپ کہتے ہوں گے کہ پھر آخر یہ تعزیہ کس نے بنایا۔ ہاں سنو! یہ تعزیہ اور باقی رسوماتِ عزاداری محرم کئی صدیوں سے واقعہ کربلا کے بعد تیمور لنگ بادشاہ نے قائم کئے ہیں جو کہ فاسق و فاجر اور ظالم و متشدد بادشاہ تھا۔ وہ کم بخت نہ تو صحابی تھا نہ تابعی جس کی سنت ہمارے لئے واجب الاتباع ہو گی۔ بلکہ وہ بدبخت عقیدۃً رافضی اور عملاً فاسق و فاجر انسان تھا۔ اس لئے یہ تعزیہ بنانا، علم اور ذوالجناح تیار کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (اشتباہ الشیعہ)

اب ذرا زبانِ مخالف ہی سے اس بانیٔ تعزیہ رافضی کی شان سماعت

فرمائیں۔ مشہور شیعہ دشمن علامہ اپنی شیعہ کش کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"تحقیق جب تیمور لنگ مرض الموت میں علیل ہوا تو ایک روز سخت مضطرب ہوا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور رنگ تبدیل ہو گیا۔ پھر افاقہ ہوا تو اس کے لواحقین و اہلکاروں نے اس سے پوچھا کہ ابھی تو تمہاری حالت غیر تھی اب تم باہوش ہو۔ تو تیمور نے جواب دیا کہ ابھی ابھی عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تھے۔ ان کو دیکھ کر میرا رنگ فق ہو گیا۔ پس ناگاہ دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ میرے بالیں پر تشریف فرما ہوئے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ چلے جاؤ۔ میں اس کی شفاعت کے لئے آیا ہوں۔ یہ میری اولاد کا حُب دار ہے اور میری اولاد سے احسان کرتا تھا۔" (صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۲۰)

پس معلوم ہوا کہ تعزیہ دار آلِ محمدؐ کا حبدار ہوتا ہے اور بلقب پیغمبرؐ عزاداری احسان ہے۔ اگر عزاداری حرام ہوتی تو قبلِ حرام کے بانی کی شفاعت کے لئے "شفیع المذنبینؐ" تشریف آور ہوتے۔

ثبوت ۵۹:۔ بدگو و بدخواہِ عزادار کو رسولؐ کی ڈانٹ

"مورخ نجم بن فہد و مقریزی نے روایت کی کہ ایک قاری قرآن جب تیمور لنگ کی قبر پر سے گزرتا تو یہ آیت پڑھتا کہ اے فرشتو! اسے پکڑ لو اور جہنم کا طوق پہنا کر اس کو دوزخ میں ڈال دو ...... الخ

یہی قاری کہتا ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آنحضرتؐ تشریف فرما ہیں اور تیمور لنگ آپ کی ایک جانب بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹ کر اے دشمنِ خدا تو یہاں کیسے؟

میں نے بھی ارادہ ہی کیا تھا کہ اس کو پکڑ کر اٹھا دوں۔ وہ حضورؐ سے
دور کر دوں کہ رحمت اللعالمینؐ نے فرمایا (اسے) مت (چھیڑ) اس کو چھوڑ دے۔ یہ میری
اولاد کا محب دار ہے۔ پس میں ڈر کر بیدار ہوا۔ اس کے بعد میں نے اس کی
قبر پر وہ آیت پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس کو برا کہنا ترک کر دیا۔"
(صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۸۲)

پس دشمن کی گواہی کے مطابق عزادار کا مقام یہ ہے کہ بروقت نزاع
رسول کریمؐ شفاعت فرمانے کی کرم نوازی کرتے ہیں۔ بعد از مرگ بچے پاس
بیٹھتے ہیں۔ محب ہونے کا اعزاز عطا کرتے ہیں اور بدگو و بدخواہ کو ڈانٹ
پلاتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عزاداری محبتِ اہل بیت میں شامل ہے۔
اور مخالفت عداوت ہے۔

ثبوت ۶۰: سید الساجدین کا مجلس عزا برپا کرنا۔ ذاکری فرمانا اور گریبان چاک کرنا۔

"جب امام زین العابدین علیہ السلام نے جمعہ کے دن مسجد کوفہ میں مجلس
پڑھی اور واقعات کربلا بیان کئے اور اپنی مظلومی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ
تیرے لشکریوں نے مخدرات عصمت و طہارت کو شہر بشہر پھرایا۔ مجھے
یتیم کیا اور میرے جد کے دین میں تو نے رخنہ ڈال دیا۔ تمام فرمانے کے بعد
آپ نے اپنی قمیص کا گریبان چاک کر دیا۔"
(روضۃ الاحباب مع شیعہ۔ تاریخ احمدی ص ۳۲۶ بحوالہ
براہین ماتم ص ۱۰۹)

ثبوت ۶۱: صوفی بزرگ شاہ حسن میاں پھلواری حنفی قادری کا عزاداری کیلئے مشورہ

حضرت مولوی شاہ حسن میاں صاحب پھلواری حنفی قادری فرماتے
ہیں کہ:
"ماہ محرم کا عشرہ ہم مسلمانوں کے غم و الم کے دن ہیں۔ امام
مظلوم پر رونا سنت ہے۔ میں اس [illegible] میں رونے رلانے کو ثواب
عظیم جانتا ہوں۔ اور عشرہ محرم میں ذکر اہلبیت کے سوا دوسرا
ذکر نہیں کرتا۔ ہندوستان کے بزرگان و اولیاء اللہ ہمیشہ سے عاشورہ
کے دن اظہار غم کرتے آئے اور حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان حنفی
قادری چشتی سجادہ نشین پھلواری شریف کا یہی معمول رہا۔"
(الغم حسینی ص ۴)

اگر غم کا اظہار کرنا اور رونا رلانا ممنوع ہے تو پھر ہندوستان کے بزرگان
دین اور اولیاء اللہ نے دائمی طور پر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا!

ثبوت ۶۲: بابا فرید شکر گنج کی عزاداری

پاکپٹن شریف کے بابا فرید شکر گنجؒ روز عاشورہ واقعہ کربلا کا ذکر
کر کے آہ و زاری فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سے
منقول ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے۔ ان کے سامنے حضرت امام
عالی مقام کی شہادت کا ذکر ہوا۔ وہ بزرگ اس قدر روئے اور سر کو
زمین پر اس زور سے مارا کہ وہ پھٹ گیا اور وہ انتقال فرما گئے۔ اسی

ولت لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اہل بیتؑ کی محبت میں جان دی تھی۔ اس لئے خدا نے مجھے بخش دیا اور اب میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہتا ہوں۔"

(اسوۂ صوفیہ عظام صفحہ)

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کی محبت میں ماتم و زنجیر زنی کرنا تو معمولی بات ہے اگر اس محبت میں جان بھی چلی جائے تو باعث بخشش و مغفرت ہے۔

ثبوت نمبر ۶۳:۔ تعزیہ داری واجب ہے۔ منیریؒ "ماتم داری کی تعریف بزبان جبرئیلؑ"

مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ "روز عاشور لوگ حاضر ہو کر عرض کرتے کہ تعزیت خاندان رسالت بر ہمہ واجب است یعنی خاندان رسالت کی تعزیہ داری سب پر واجب ہے۔ حضور انورؐ کو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپؐ کے اُمتی آپ کے نواسوں کی ماتم داری کریں گے۔ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی"۔

پس صوفی بزرگ کے مطابق عزاداری اُمت پر واجب ہے اور آپؐ کے نواسوں کی ماتم داری معصوم فرشتے جبرئیلؑ کے نزدیک قابل تعریف ہے۔

ثبوت نمبر ۶۴:۔ سادات کا طریقہ سلطان اشرف سمنانی کی زبانی

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی محرم کا چاند دیکھتے ہی گریہ زاری میں مصروف ہو جاتے۔ رسم عاشوری برپا کرتے۔ ذکر مقتل پڑھتے۔ اسباب خوشی ترک کر دیتے اور فرماتے کہ تمام اکابر و سادات کا یہی طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید الشہداءؑ کے غم میں سوگوار رہنا اکابرین اُمت اور سادات عظام کا طریقہ ہے۔

عزادار، وکار خیر جیسا ہو کہ نہ ؟

ثبوت نمبر ۶۵:۔ شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈویؒ اور عزاداری حسینؑ

حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈویؒ محرم کے دس دن برابر گریہ زاری کرتے اور فرماتے کہ طرفہ ولی باشد کہ در ماتم خاندان رسولؐ گریہ و زاری نہ دارد۔

کسے کہ در چنیں ماتم نگرید ۔ دل او یا مگر از سنگ باشد

یعنی وہ کیا ولی ہوگا جو رسولؐ کے خاندان کے ماتم میں نہ روئے جو ایسے مقام ماتم پر بھی گریہ نہ کرے شاید وہ دل نہیں پتھر رکھتا ہے۔

(اسوۂ صوفیائے عظام صفحہ)

پس ایک سُنی ولی ہی کی زبان سے ثابت ہوا کہ جو ماتم دار نہ ہو ولی نہیں ہے اور جو ماتم سے گریز کرے سنگدل ہے۔

ثبوت نمبر ۶۶:۔ بندہ نواز گیسو درازؒ کی عزاداری

حضرت سید بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات سے ظاہر ہے کہ آپ بھی محرم میں گریہ و بکا میں مصروف رہتے۔

ثبوت نمبر ۶۷:۔ تابعی حسن بصری کا سوگوار ہونا

جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اتنا روئے کہ کنپٹیاں پھٹ گئیں۔

(ینابیع المودۃ صفحہ ۳۲۹)

رات لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اہل بیتؑ کی محبت میں جان دی تھی۔ اس لئے خدا نے مجھے بخش دیا اور اب میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہتا ہوں۔" (اسوۂ صوفیائے عظام ص۸)

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کی محبت میں ماتم و زنجیر زنی کرنا تو معمولی بات ہے اگر اس محبت میں جان بھی چلی جائے تو باعث بخشش و مغفرت ہے۔

ثبوت نمبر ۶۳: تعزیہ داری واجب ہے۔ منیریؒ

"ماتم داری کی تعریف بزبان جبرئیلؑ"

مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ "روز عاشور لوگ حاضر ہو کر عرض کرتے کہ تعزیت خاندان شما ہمہ را واجب است یعنی خاندان رسالتؐ کی تعزیہ داری سب پر واجب ہے۔ حضور انورؐ کو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپؐ کے امتی آپ کے نواسوں کی ماتم داری کریں گے جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔"

پس صوفی بزرگ کے مطابق عزاداری امت پر واجب ہے اور آپؐ کے نواسوں کی ماتم داری معصوم فرشتے جبرئیلؑ کے نزدیک قابل تعریف ہے۔

ثبوت نمبر ۶۴: سادات کا طریقہ سلطان اشرف سمنانی کی زبانی

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی محرم کا چاند دیکھتے ہی گریہ زاری میں مصروف ہو جاتے۔ رسم عاشوری برپا کرتے۔ ذکر مقتل پڑھتے۔ اسباب خوشی ترک کر دیتے اور فرماتے کہ تمام اکابر و سادات کا یہی طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید مستبار کے غم میں سوگوار رہنا اکابرین امت و سادات عظام کا طریقہ ہے۔

عزادار کا مرتبہ شبیہ جیسا ہو گیا!

ثبوت نمبر ۶۵: شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈویؒ اور عزاداری حسینؑ

حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈویؒ محرم کے دس دن برابر گریہ زاری کرتے اور فرماتے کہ طرفہ دلی باشد کہ در ماتم خاندان رسولؐ نگرید و عزائے او نہ دارد۔

کسے کو در چنیں ماتم نگرید۔ دل او یا مگر از سنگ باشد

یعنی وہ کیا دل ہوگا جو رسولؐ کے خاندان کے ماتم میں درد کے جو ایسے مقام ماتم پر بھی گریہ نہ کرے شاید وہ دل نہیں پتھر رکھتا ہے۔
(اسوۂ صوفیائے عظام ص۹)

پس ایک سنی ولی ہی کی زبان سے ثابت ہوا کہ جو ماتم دار نہ ہو وہ ولی نہیں ہے اور جو ماتم سے گریز کرے سنگدل ہے۔

ثبوت نمبر ۶۶: بندہ نواز گیسو درازؒ کی عزاداری

حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز کے ملفوظات سے ظاہر ہے کہ آپ بھی محرم میں گریہ و بکا میں مصروف رہتے۔

ثبوت نمبر ۶۷: تابعی حسن بصری کا سوگوار ہونا

جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اتنا روئے کہ کنپٹیاں پھڑکنے لگیں۔
(ینابیع المودۃ صفحہ ۳۲۹)

ثبوت نمبر ۶۸: غمِ شبیرؑ کے بغیر قبر میں چین نہیں!

اہلِ سنت مولوی وارث علی صاحب سیفی حنفی تقریر دلنشیں میں ایک رباعی لکھتے ہیں۔

شبیرؑ کے غم میں جو نہ رویا ہوگا
سب عمر کو اس نے مفت کھویا ہوگا
اس غم سے جو محزون نہ ہوا دنیا میں
وہ قبر میں چین سے نہ سویا ہوگا

شاعر کا یہ دعویٰ بجائے خود سب سے بڑا ثبوت ہے کہ حسینؑ کے لئے ساتھ غم کی روحانی تمام دکھوں اور مصائب سے نجات دینے کا ذریعہ ہے۔ عزاداری حسینؑ کو قبر کے عذاب سے بچانے کا آسان طریقہ ہے۔ جیسا کہ حضرت تیمور لنگ کا واقعہ گذشتہ اثبات میں پیش کیا گیا۔

ثبوت نمبر ۶۹: امام شافعی کی مرثیہ خوانی

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی اپنی معرکۃ الآراء کتاب ینابیع المودۃ میں تحریر کرتے ہیں کہ امام شافعی نے امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ کہا ہے۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۲۲)

اگر مرثیہ خوانی حرام ہوتی تو آئمہ اربعہ میں سے امام فقہ غم حسینؑ میں مرثیہ نہ پڑھتے۔

ثبوت نمبر ۷۰: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

تمام سال میں اس فقیر کے گھر (دولتکدہ شاہ عبدالعزیز میں)

دو مجلسیں ہوتی ہیں۔ (۱) مجلس ذکر وفات شریف (۲) مجلس ذکر شہادت حسین۔

لوگ عاشورا کے دن یا ایک دو دن پہلے قریباً چار پانچ سو بلکہ ہزار جمع ہوتے ہیں۔ درود پڑھتے ہیں۔ پھر یہ فقیر (شاہ جی) آکر بیٹھتا ہے۔ ذکر فضائل حسنین علیہما السلام ان بزرگوں کی شہادت اور قاتلوں کی بد انجامی کی حدیثیں بیان ہوتی ہیں۔ اور جن و پری کے مرثیے جو حضرت ام سلمہ اور دوسرے صحابہ سے مذکور ہوئے ہیں۔ اس میں اگر کوئی خوش الحان سلام یا مرثیہ پڑھتا ہے حاضرین مجلس اور فقیر کو رقت طاری ہو جاتی ہے۔ پھر ختم قرآن و پنج آیت پڑھ کر ما حضر پر فاتحہ دی جاتی ہے (پھر یہ نیاز تقسیم ہوتی ہے) (فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۱۰۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شخصیت و ناموری کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی شیعہ دشمنی بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے اور اہل سنت کے مفکرین میں ان کا نام ہندوستان کی فہرست میں چوٹی پر ہے کہ متاخرین نے اسی ہی سے خوشہ چینیاں کی ہیں۔ اس قدر شدتِ اختلاف کے باوجود شاہ جی نے عزاداری سید الشہداء کے جواز پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ اگر مجلس عزا کا انعقاد کرنا، فضائل و مصائب اہلبیتؑ کا ذکر کرنا، واقعات شہادت سننا، مرثیہ خوانی کرنا، سلام پڑھنا، ان مواقع پر لوگوں کا گریہ زاری کرنا، چندہ و نیاز تقسیم کرنا جو تمام امور عزاداری کے زمرے میں آتے ہیں ناجائز و حرام ہوتے تو شاہ صاحب موصوف ہرگز یہ سنی المذہب مناظر ہوتے ہوئے ان کا ارتکاب نہ کرتے۔

شاہ صاحب کا منقولہ بالا فتویٰ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام شرعی و اخلاقی لحاظ سے مباح و جائز ہے۔

ثبوت ۱۷ ۔ تبرکات و زیارات شعائر اللہ میں داخل ہیں

علماء اہل سنت امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں :-

" واما شعائر اللہ فھی اعلام طاعتہ و کل شئی جعل علما من اعلام طاعۃ اللہ فھو من شعائر اللہ ۔

یعنی شعائر اللہ خدا کی اطاعت کے نشانات کو کہتے ہیں اور جو چیز بھی خدا کی طاعت کا نشان بنائی جائے وہی شعائر اللہ میں داخل ہو گی۔" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۳)

پس ثابت ہوا کہ چونکہ محبت حسین طاعت خداوندی ہے لہٰذا جس قدر بھی نشانیاں آل رسولؐ کی محبت پر دلالت کریں گی وہ سب کی سب شعائر اللہ ہوں گی۔ خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان۔ مثلاً ذوالجناح، تعزیے، علم وغیرہ للہٰذا ان کی تعظیم واجب ہو گی اور ان کی توہین تقریراً یا تحریراً حرام ہو گی کیونکہ حکم ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللّٰہ ۔ یعنی اے مومنو! شعائر اللہ کی بے عزتی نہ کرو۔ اگر "بدن" شعائر میں داخل ہے تو "ذوالجناح" بھی شعائر خدا میں شامل ہو گا۔

ثبوت ۱۸ ۔ عزاداری آثار اسلام سے ہے۔

مذہب شیعہ کے خلاف تحریر کردہ کتاب "تبصرۃ الایمان" میں مصنف علامہ سلامت علی فارسی نے اقرار کیا ہے کہ

" الحمد للہ کہ آں از آثار اسلام است و عالمے بوجوہ کثیرہ ازاں بہرہ اندوزند و فوائد دینی ازاں حاصل است و شک نیست در آں کہ امام باڑہ و نقل تربت بعد مرتب شدن لائق تعظیم است و آداب آں شان ایمان "۔ (تبصرۃ الایمان مطبوعہ کلکتہ ۱۲۳۶ھ صفحہ ۲۲۰)

یعنی عزاداری آثار اسلام سے ہے اور دنیا بوجوہ کثیر اس سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے اور دینی فائدے حاصل ہو رہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ امام باڑہ اور نقل تربت تیار ہو جانے کے بعد لائق تعظیم ہے اور ان کا ادب کرنا شان ایمان ہے۔

پس بزبان مخالف ثابت ہوا کہ عزاداری آثار اسلام سے ہے اور اس کے دینی فوائد حاصل ہو رہے ہیں اس لئے اس کو ناجائز و حرام قرار دینا در اصل آثار اسلام کو مٹانے کی مذموم کوشش ہے۔

ثبوت ۱۹ ۔ شاہ فیصل کی عزاداری

فرمانروائے مملکت سعودی عرب شاہ فیصل کے قتل پر جو لکھے گئے مندرجہ ذیل اشعار دور حاضر میں عزاداری کی اہمیت و جواز کے لئے ثبوت ہیں:-

وا فیصلا

العین باکیۃ من شدۃ الاحزان ۔۔۔ والقلب فی کمد متایق لوعۃ النیران
الباد ناہ مشجورۃ اذ عانا مفجوعۃ ۔۔۔ فلاسوا المرلی، اعینھم تری العیان
ان عال قائدنا العظم فیصلا الجبارۃ ۔۔۔ بسدی من رجل صفوہ من بنی الغوان

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء)

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ ہم سوگواروں کی آنکھیں خون رو رہی ہیں۔ دل غم کی آگ میں جل رہے ہیں۔ ہم عزاداروں کے دل چھلنی ہیں ذہن ماؤف ہیں۔ اور ہمارے حواس کھو چکے ہیں کہ ہمارے قائد فیصل کو ان کے بے وقوف بھتیجے نے پستول کی گولی کا نشانہ بنا دیا ہے۔

پاسبانِ حرمین شریفین سعودی حکومت کے بادشاہ کی ہلاکت پر ان کے غم میں عزاداری کی متذکرہ بالا کیفیت اگر جائز ہے اور "وا فیصلا" یعنی "ہائے فیصل" کا عنوان درست ہے تو پھر شہنشاہِ کربلا کی اُمت کے ہاتھوں مظلومانہ شہادت پر عزاداری کیونکر ممنوع ہو سکتی ہے۔

ثبوت نمبر ۷۴ :- رسوماتِ عزاداری باعثِ رحمت ہیں۔

متفقہ بین الفریقین حدیثِ نبوی ہے کہ "ینزل الرحمة عند ذکر الاخیار" یعنی نازل ہوتی ہے رحمت بوقت ذکر کرنے احوال نیک بختوں کے۔ پس عزاداری کے وقت چونکہ ذکرِ احوال اخیار کرتے ہیں لہٰذا اس وقت نزولِ رحمت ہوتا ہے۔

ثبوت نمبر ۷۵ :- گریہ میں اثرِ رحمت ہے۔

بموجب متفقہ حدیثِ رسول کہ "فی البکاء اثر الرحمة" کہ بکا میں اثرِ رحمتِ خداوندی ہے۔ مصائبِ اہلبیت کا ذکر سن کر رونا اور رلانا، رو رو کر ناسب میں اثرِ رحمت ہے اس لئے عزاداری موجب ثواب، ترقی درجات، کفارہ سیئات اور دلیل شفقت و شفاعت ہے۔

ثبوت نمبر ۷۶ :- رنج و غصہ کی حالت میں چہرے کا سُرخ ہونا

طبی اثر ہے کہ عموماً غصہ و رنج کے مواقع پر انسان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور خوف و خطرہ کی حالت میں رنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ یا فق ہو جاتا ہے تکلیف و علالت میں اکثر رنگت سیاہ و کل یا زرد مائل ہو جاتی ہے۔ ان طبعی اثرات کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ محقق ہوتا ہے کہ انسانی اعضاء کو جو رنگ قدرتاً ایسے رد عمل جاری کرتے ہیں اور انسانی قصد کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ تحقیقِ جدید کی روشنی میں شدتِ رنج و غضب و غصہ کے باعث اگر رنگ کی تبدیلی دیرپا ہو جائے تو انسانی صحت کے لئے مضر ہو جاتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات جان لیوا ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اپنے جسم یعنی گوشت پوست کو تکلیف دینا بہترین علاج ہے۔ میں اس طبی نکتہ کو اپنے ماتم اور خصوصاً زنجیری ماتم کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ عام حزن و ملال میں شدتِ اضطراب کے باعث ہم ماتم کرتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو جوشِ غم تھمتے نہیں جو مضر ہو۔ لہٰذا ماتم طبی نکتہ نگاہ سے مذموم نہیں ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر ماتم نہ کرنا غیر مفید ہے۔ جوں جوں صدماتی کیفیت اور حالتِ غم کی رقت کی صورت میں اضافہ ہوگا اسی نہج و مقابل پر عدمِ ترکیب میں مقدار بڑھائی جائیگی جو زنجیری تک پہنچ سکتی ہے۔ گردشِ خون کی رفتار کا اس طرح تیز ہو جانا کہ اظہار یا بعض اوقات لنکرنے لگے اس بات کی علامت ہے کہ اس طغیانی کو روکنے کے لئے اس کا رُخ خارج کو موڑا جائے۔

ثبوت نمبر ۷۷ :- شہادتِ حسینؑ پر اظہارِ غم بصورتِ شفق

پروردگارِ عالم کی ذاتِ بابرکات حادث نہیں۔ لہٰذا ایسی طبعی کیفیات اس

کے لیے تو یہ نہیں ہو سکتی ہیں۔ مگر روایات میں ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے غم حسینؑ کا اظہار اور اپنا غضب بصورتِ شفق آسمانی ظاہر فرمایا۔ چنانچہ علما کا بیان ہے کہ آسمان پر سرخی شہادتِ حسینؑ سے پہلے نہ تھی۔ اور یہ غضب الٰہی کی علامت ہے جو امامِ حسینؑ کی مظلومانہ شہادت پر ہوا۔

پس غمِ حسینؑ میں آسمان پر بکھرے ہوئے یہ خونی آنسو اس بات کی دلیل ہے کہ اس غم میں خون کے چند قطرے بہائے جائیں تو یہ اظہارِ غم و غصہ ہوگا۔

ثبوت نمبر ۷۸:۔ طبی لحاظ سے غم و صدمہ کے وقت خون بہانا

شدتِ غم و الم کے موقعوں پر اکثر ایسا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ان حالتوں میں بسا اوقات دورانِ خون رک جانے کا قوی احتمال پایا جاتا ہے۔ اندریں حالت اپنے کو تکلیف میں مبتلا کرنا یا خون نکالنا گردشِ خون کے عمل کو بحال رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکتہ کے عالم میں مریض کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ وہ رو دے۔ پس ہم شیعوں کے لیے اہلبیت کے مصائب سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے لہٰذا اگر ایسے وقت میں ماتم کرتے ہیں یا زنجیر مارتے ہیں تو یہ اظہار تعزیت بھی ہے اور طبی حکمتِ عملی بھی۔

ثبوت نمبر ۷۹:۔ زنجیری ماتم کی حکمتی دلیل

دیکھا بھی ہوتا ہے کہ خوف، رنج، غم، صدمہ اور مصیبت کے اوقات پر خون خشک ہو جاتا ہے۔ اگر تھوڑا بہاؤ جاری رہے تو یہ عارضہ لاحق نہیں ہوتا ہے کیونکہ غم آپ کے رگوں ہو رہے ہیں بہت بڑا غم ہے لہٰذا لیسے

امکان ہے کہ ضبط کی صورت میں یہ حالت واقع ہو جائے جو از خود زنی سے خود کی یہ حفظ ما تقدم مستحکم ہو جاتا ہے۔

ثبوت نمبر ۸۰:۔ عالمِ ملال میں خون پر اثرات

اطبا کا تجربہ ہے کہ دکھ درد، رنج و ملال، حزن، خوف، غم و صدمہ کی حالتوں میں خون پر نمایاں اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رنگت تغیر پذیر ہوتی ہے۔ ایسی شدید حالتوں میں عموماً خون کے سرخ ذرات جل جاتے ہیں۔ خون اندر ہی اندر لاوا پڑ جاتا ہے جسے جلد از جلد خارج کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

پس عزادار جب ماتمِ زنجیر کرتا ہے تو اس بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

ثبوت نمبر ۸۱:۔ خون نکالنا بعض امراض کا شافی علاج ہے

قدیم زمانے سے رواج ہے کہ لوگ بذریعہ جراحت کئی امراض کا علاج جسم سے فاسد خون کو خارج کر کے کرتے رہے۔ سینگے لگوائے جاتے تھے۔ وجہ عرب کے نزدیک خون نکلوایا جاتا تھا اب بھی دیہاتوں میں یہ طریقہ رائج ہے مگر شہروں میں یہی عمل سائنسی آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

پس عزادار جو زنجیر سے ماتم کرتا ہے دہرا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ علاج بھی ثواب بھی۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام!

ثبوت نمبر ۸۲:۔ مکلفِ شریعت عاقل و باہوش ہے

اُمتِ مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر کا اتفاق ہے کہ شرعاً مکلف وہی شخص ہے جو باہوش و حواس ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نشے والے بے ہوشی کی حالت میں نماز

پڑھنے کی ممانعت ہے۔ نیند کی غنودگی کو وضو ٹوٹ جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہم (بالفرض) مخالفین کی یہ بات قبول کر لیں کہ عزاداری ناجائز ہے تو بھی سید الشہداء علیہ السلام کی ماتم داری متاثر نہیں ہوگی کیونکہ یہ شدید صدمہ کے باعث ہے جو انسان کے حواس کو بے قابو کر کے ایسے مقام پر لے آتا ہے کہ جہاں انسان زمرہ مکلفین سے باہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ وفات سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خبر سن کر حضرت عمرؓ پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ حالت اس قدر غیر ہوئی کہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر بطریق مجنونانہ لوگوں کو دھمکاتے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ رسولؐ کا انتقال ہو گیا ہے تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ ظاہر ہے کہ عالمِ ہوش میں اگر کوئی شخص اس طرح دھمکائے تو قابلِ تعزیر ہے مگر چونکہ وہ رسولؐ کی وفات پر اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھے لہٰذا اسے محبت و عشق و الہانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہم اسی واقعہ کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ جس طرح غمِ رسولؐ میں فاروقِ اہلسنت کا اظہارِ صدمہ ہاتھ میں تلوار اور زبان پر قتل کی ہیئت میں قبول ہے اسی طرح شیعہ کا ماتم زنجیر بھی غم، محبت، رقتِ قلبی، وارفتگی و شدید تعلق و اضطراب کی علامت ہے کیونکہ ایسے صدمات پر انسان عموماً اپنے حواس پر قابو نہیں رکھتا اور اس صورت میں اگر کوئی ناجائز فعل کا ارتکاب بھی کر لے تو قابلِ عفو و درگزر ہوتا ہے۔

ثبوت ۸۳: ایام یادگار منانا

متوفی کے اہل و عیال تو اپنی ذاتی سطح پر مرحوم کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں مگر

ایسے معززین جنہوں نے قوم و ملت کے لئے کوئی کارنامہ سرانجام دیا یا ایسے قائدین جن کی قیادت سے اقوام کو سرفرازی ملی ان کے پیروکار ان کی یادگاریں ہمیشہ قائم رکھتے ہیں۔ دور مت جائیے۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم نے پاکستان بنایا۔ لہٰذا قوم ہر سال ۱۱ ستمبر کو ان کا یومِ وفات بڑی تعظیم سے مناتی ہے۔ اسی طرح شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم کا یوم بھی بڑے احترام سے منایا جاتا ہے نیز بزرگانِ دین کے عرس شریف بڑے تزک و احتشام سے منائے جاتے ہیں۔ اور یہ رواج صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ تمام اقوام میں یہ چیز رائج ہے۔ معلوم ہوا کہ سلاطین و صالحین کی یادگار کا دن منانا بین الاقوامی سطح پر متفق امر ہے۔ پس شہادتِ عظمیٰ کا روز بھی استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی یاد قائم رکھی جائے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بڑی ہستی کے لواحقین اسی طرح یاد منائیں جس طرح قومی سطح پر منائی جاتی ہے۔

ثبوت ۸۴: اظہارِ تعزیت باہمی اخوت و محبت کا سبب ہے

اگر کسی عزادار گھرانے سے اظہارِ تعزیت کیا جائے تو اس کو معاشرتی تمدنی کی خوبی کہا جائے گا جو مستحسن ہوگا۔ اس کے برعکس اگر اظہارِ افسوس نہ کیا جائے گا تو بے رخی، بے حسی اور بے مروتی بلکہ سنگدلی کا مظاہرہ ہوگا۔

ثبوت ۸۵: ایک بزرگانہ نصیحت

بزرگوں کا مشہور قول ہے کہ آدمی خوشی کے موقع پر شرکت کرے یا نہ کرے مگر غمی کے موقع پر ضرور شرکت کرے۔ مجلسِ عزا و ماتم محافلِ غم ہیں۔ لہٰذا ان میں شرکت کرنا چاہیے اور بلاوجہ اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے۔

ثبوت نمبر ۸۶: حضرت داؤدؑ کا غم پسر میں ہر روز ماتم کرنا

کتاب مقدس کے پرانے عہدنامہ کی کتاب سموئیل ۲ میں ہے کہ "داؤد ہر روز اپنے بیٹے کے لئے ماتم کرتا رہا"

(سموئیل نمبر ۲، آیت نمبر ۳۷ صفحہ نمبر ۳۰۷، باب نمبر ۱۳)

صاحب کتاب نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے غم میں ہر روز ماتم کرنا ثابت کرتا ہے کہ ماتم نبیوں کی سنت ہے۔

ثبوت نمبر ۸۷: حضرت داؤدؑ کا ماتم برپا کرنے کا حکم دینا

"اور داؤد نے یوآب سے اُن لوگوں سے جو اس کے ساتھ تھے کہا کہ اپنے کپڑے پھاڑو اور ٹاٹ پہنو اور ابنیر کے آگے آگے ماتم کرو اور داؤد بادشاہ آپ جنازے کے پیچھے پیچھے چلا۔ انہوں نے ابنیر کو حبرون میں دفن کیا اور بادشاہ نے ابنیر پر مرثیہ کہا"

(۲ سموئیل باب نمبر ۳ آیت نمبر ۳۱ تا نمبر ۳۳ صفحہ نمبر ۲۹۶)

پس حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتم کیلئے حکم دینا حلتِ ماتم کی دلیل ہے۔

ثبوت نمبر ۸۸: قرآن مجید میں عزاداری کو حرام قرار نہیں دیا گیا ہے

قرآن مجید میں عزاداری کو کہیں بھی حرام قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ قصص انبیاءؑ میں اس کو سنتِ خاصانِ خدا بتایا گیا ہے۔ نیز حکم قرآن کے مطابق مظلوم کے لیے اقوال سُوء بھی جائز ہیں۔ پس قرآن میں عزاداری کا جواز تو مل جاتا ہے مگر ممانعت نہیں ملتی اور جس فعل پر ممانعت وارد نہ ہو وہ فقہی

اصول کے مطابق حکم اباحت میں داخل ہوگا۔ مخالفین نے غلط فہمی کی بنا پر عزاداری کو متضاد صبر مشہور کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تائید میں صرف صبر کی تلقین کرتے ہیں حالانکہ عزاداری منافی صبر نہیں ہے۔

ثبوت نمبر ۸۹: ممانعت عزاداری میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔

عزاداری کی ممانعت میں کوئی بھی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔ کیونکہ ایسے اقوال یا تو بطور تسلی ملتے ہیں یا پھر ان کا تعلق زمانہ جہالت جیسی عزاداری سے ہے جس میں اللہ و تقدیر کے شکوے شکایت کر کے خدا کی شان میں گستاخیاں کی جاتی تھیں۔ ہم یہ ثبوت اس دعوے کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ ماتم شبیرؑ کے حرام ہونے کی دلیل میں ایک بھی مرفوع حدیث صحیح پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ پس جو بات قرآن و حدیث سے حرام ثابت نہ ہو اس کو اپنے خیال سے حرام سمجھ لینا از خود حرام ہے۔ کیونکہ حلال و حرام قرار دینے کا اختیار خدا و رسولؐ کو ہے اُمت کے مولوی کو نہیں۔

ثبوت نمبر ۹۰: عزاداری تبلیغ حق کا مؤثر ذریعہ ہے۔

عقلاً بلکہ مشاہدۃً بھی یہ ثابت ہے کہ مظلوم کی بات میں تاثیر ہوتی ہے مصائب اہل بیت کا تذکرہ بہت مؤثر ثابت ہوا ہے۔ ہر سال عزاداری کی بدولت لوگ گروہ در گروہ مذہب حقہ کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ کشش اور جوق در جوق آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ عزاداری تبلیغ کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔

ثبوت ۹۱: اگر عزاداری نہ ہوتی تو یزید نبی بن چکا ہوتا!

جس طرح حسینؑ مظلوم نے دینِ محمدؐ کی حفاظت کی ہے اسی طرح حسینؑ کی عزاداری نے محمدؐ کی نبوت کو آنچ نہ آنے دی۔ اگر یہ ماتم داریاں، اشکباریاں اور تعزیت فرمائیاں نہ ہوتیں تو بعید نہ تھا کہ لوگ محمدؐ کی بجائے یزید کی نبوت پر ایمان لے آتے۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ "(لوگوں میں) یزید کی نسبت تین قسم کی رائے والے لوگ ہیں ایک وہ جو اس کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں دوسرے اسے خلفائے راشدین میں داخل سمجھتے ہیں اور تیسرے انبیاء میں شامل کرتے ہیں۔"
(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

پس اگر عزاداری کو بند کر دیا جائے تو بعد از خاتم النبیین پھر یزید کی جھوٹی نبوت کا دروازہ کھل جائے۔

ثبوت ۹۲: عزاداری کی مخالفت بجائے خود اسے حق ثابت کرتی ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر طرح کے لہو و لعب اور ہنگامِ زمانہ گوارہ کر لئے جاتے ہیں مگر عزاداری کے نام سے بھی مروڑ شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ اس سے مخالفین کا ذرہ بھر بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا تو تعجب سے اس کا باعث تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عزاداری سے ظالموں کے ظلم سے پردے اٹھتے ہیں جو ان کے بہی خواہوں کو گوارہ نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عزادار ظالموں کے ظلم کی تشہیر کرتے ہیں جب کہ دوسرے

اس کو پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا کوشش کرتے ہیں کہ حسینؑ کا ذکر حرام قرار پا جائے۔ لیکن کرنا خدا کا ایسا ہے کہ اس کی جتنی بندش و رکاوٹ کی کوشش کی جاتی ہے یہ ذکر اتنا ہی ابھرتا ہے۔ کیونکہ حق کا بول بالا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس شدید مخالفت کے باوجود عزاداری کا جاری رہنا اس کے حق ہونے کی قاہرہ دلیل ہے۔

ثبوت ۹۳: عزاداری اخلاق ساز ہے۔

رسوماتِ عزاداری کو اگر صدقِ دل اور صاف نیت سے دیکھا جائے تو تعمیرِ اخلاقِ انسانی کے لئے بہت موثر طریقہ ہے کہ مجالس میں سبق آموز حکایات کا ذکر، جلوس میں نظم و ضبط کا لحاظ، ظلم کے خلاف نفرت کے جذبات کی پیدائش، اظہارِ حق کرنے کا اعلیٰ جذبہ، احسان شناسی کا مظاہرہ، درود و ذکر و اذکار سے عبادت کا ثواب، کلمۂ حق کا ناسازگار حالات میں اجراء، جہاد فی سبیل اللہ کی تعلیمات، عقیدت کے اسلوب، ایمان کا استحکام، صبر و تحمل کے درس و تدریس، شجاعت کے کارنامے اور حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ کے فوائد وغیرہ ایسی اچھی باتیں ہیں جن کو سیکھ کر انسان عملی زندگی میں اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ پس کوئی بھی صاحبِ عقل عادل ایسی رسومات کی مخالفت نہیں کر سکتا ہے۔ تا وقتیکہ کوئی خفیہ سازش اس کے دل میں کارفرما نہ ہو۔

ثبوت ۹۴: عزاداری یزیدیت اور حسینیت میں امتیاز پیدا کرتی ہے

اگر عزاداری کا رواج نہ ہوتا تو حسینیت و یزیدیت میں امتیاز کرنا محال ہو جاتا۔

جیسا کہ لوگوں نے یزید لعین کو امامت و نبوت تک کے تاج پہنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہ عزاداری ہی ہے کہ یزید کا نام آج داخلِ دشنام ہے ورنہ یزیدی ٹولہ تو اپنے اس خلیفہ کو زمرۂ انبیا میں داخل کر چکا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ (یزید) امام تھا، عادل تھا، ہادی تھا اور مہدی تھا۔ اور صحابی کیا وہ تو اکابر صحابہ (رسولؐ) میں داخل تھا۔ اور وہ خدا کے اولیا میں سے تھا۔ اور اس سے بڑھ کر بعض لوگ اس کو زمرۂ انبیاؑ میں شمار کرتے ہیں۔" (وصیۃ الکبریٰ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر)

پس اگر ماتمی ٹولہ عزاداری کو اپنا سرمایۂ مذہب قرار نہ دیتا تو اب اسلام کا نقشہ الٹ ہوتا۔ یہ عزاداری ہی کا کمال ہے کہ یزید کو رسولؐ کا چھٹا خلیفہ لکھنے والے لوگ بھی اپنی اولاد کا نام یزید رکھنے میں قباحت و کراہت کرتے نظر آتے ہیں۔

ثبوت نمبر ۹۵۔ حسینؑ کی عزاداری دراصل رسولؐ کی عزاداری ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فلسفۂ شہادت کے تمہیدی بیان میں تحریر کیا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت درحقیقت حسین کے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت جلی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عزاداری سیدالشہداؑ فی الحقیقت سید المرسلین، خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزاداری ہے۔ (سرالشہادتین)

ثبوت نمبر ۹۶۔ عزاداری سے رسولِ اکرمؐ راضی ہوتے ہیں

انسانی معاشرہ میں ابتدا سے مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کسی بھی سوگوار گھرانے سے

اظہارِ تعزیت کرنے پر ماتم دار گھرانہ مشکور ہوتا ہے اور اس کو روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ایسی مثال پیش کرنا مشکل ہے کہ کسی بھی مصیبت زدہ گھر نے کسی تعزیت گزار سے برا سلوک کیا ہو۔ چنانچہ انسانیت کے اس تمدنی قانون کے مطابق یہ امر امکان سے باہر ہے کہ رسولؐ اپنے خاندان کے مصائب پر اظہارِ تعزیت کرنے والوں سے راضی نہ ہوں کیونکہ آپ خلقِ عظیم کے پیغمبر ہیں۔

ثبوت نمبر ۹۷۔ عزاداری قانوناً اور شرعاً جائز ہے

جب کسی مذہب والوں کو ان کے امام کسی کام کی اجازت دیں تو وہ کام اس مذہب والوں کے لئے شرعاً جائز ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے مذہب والے کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔ اب چونکہ شیعوں کے آئمہ نے عزاداری سیدالشہداؑ کی عام اجازت دی ہے اس لئے یہ قانوناً اور شرعاً جائز ہے۔

ثبوت نمبر ۹۸۔ ایک غیر مسلم جج کا عزاداری کے متعلق فیصلہ

"شیعہ لوگ سالانہ حسین کی عزاداری برپا کرتے ہیں۔ یہ عزاداری صرف نمائشی اور ظاہری نہیں ہوتی بلکہ قلبی اور سچی عزاداری خواری اور صدمہ کے ساتھ ہوتی ہے۔" (جسٹس ارنالڈ جلد نمبر ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ صفحہ ۳۳۲ بحوالہ نور ایمان صفحہ ۲۸۳)

پس ایک غیر مسلم جج کا یہ نظریہ عزاداری کے مستحسن ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

ثبوت نمبر ۹۹۔ جماعت مخالفین عملاً رسومات عزاداری کے آگے ہتھیار ڈال چکی ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ جن لوگوں کی زبانیں رسومات عزاداری کو بدعت

ناجائز کہتے تھکتے نہیں ہیں۔ وہ اب رفتہ رفتہ مجبور ہو کر عملاً ان ہی رسومات کا ارتکاب کرنے لگے ہیں۔ عید میلاد النبی کے موقعہ پر عظیم الشان جلوس نکالنا گلی کوچوں میں مقدس نام لے کر قوالیاں گانا اور نعتیں پڑھنا۔ جھنڈے بنا کر اور گوٹہ کناری سے سجا کر نکالنا۔ گھوڑا اچھوڑا اونٹ بیل حتیٰ کہ ٹرک اور موٹر گاڑیوں کو سجا بنا کر لے جانا، نعرے لگانا سب کچھ ہوتا ہے۔ عزاداری کے اثرات دیکھتے ہوئے اور روز بروز اپنی کثرت میں کمی محسوس کرتے ہوئے اب عزاداری سید الشہداؑ نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ فتوے ارشاد کیے۔ بڑا زور لگا چکے کہ عزاداری بند ہو جائے لاکھ جتن کیے کہ نام حسینؑ مٹ جائے۔ واعظ یزید کر حسینؑ کو حرام قرار دیا مگر سب تدبیریں الٹ ہو گئیں۔ بالآخر اب آخری تجربہ ہو رہا ہے کہ آہستہ آہستہ شیعہ خصائل جزواً اپنے میں ضم کرنے کی ترکیب آزمائی جا رہی ہے۔ اب دیکھیں اس میں ناکامی پر کب سر پیٹتے ہیں کہ کسر صرف پیٹنے کی رہ گئی ہے۔ اب چونکہ تمام شیعہ رسومات عملاً انہوں نے اپنے ہاں جاری کر لی ہیں۔ لہٰذا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے کہ مخالف کی مجالس، جلوس اور مذہبی تقریبات اور نعرہ بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سنیں۔" دیکھیے اب یہ وقت بتائے گا کہ یہ حربہ کس حد تک کارگر ہوتا ہے۔ اگر یہ سب بدعت ہے تو پھر خود کیوں کرتے ہیں۔

ثبوت ۱۰: رسولؐ صادق کا صدیقہ کونینؑ سے وعدہ عزادار کی یقینی نجات

"حضرت شفیع المذنبین سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر صدیقۃ الکبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے

فرمایا میری اُمت کی عورتیں میرے اہلبیت کی عورتوں کے مصائب پر گریہ زاری کریں گی اور میری اُمت کے مرد میرے اہلبیتؑ کے مردوں کی مصیبتوں پر روئیں گے اور وہ ہر سال نسل بعد نسل میرے اہلبیتؑ کے مصائب کی یاد تازہ کرتے رہیں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو تم (بی بی پاکؑ) عزادار خواتین کی شفاعت کرو گی اور میں (حضورؐ) عزادار مردوں کی شفاعت کروں گا۔ جو شخص بھی حسینؑ کے مصائب پر بکا کریگا تو ہم اسے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کریں گے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۰)

عاصی مشتاق غلام حسین منظوم یہاں عرض کرتا ہے کہ حدیث منقول سے ثابت ہوا کہ حضورؐ نے اسی مرد و عورت کو اپنی اُمت میں داخل کیا ہے جو عزادارِ اہلبیتؑ ہو۔ پس ایمان بالرسالت محمدؐ کا تقاضہ یہ ہے کہ اہلبیتؑ رسالتؐ کے مصائب پر عزاداری کے تمام تقاضے پورے کیے جائیں۔ تاکہ آخرت میں سرخروئی ہو۔ نجات یقینی ہو۔ المختصر ثبوت آخر جامع کیا۔ دس اثبات پورے ہوئے۔ پیغام پہنچا دیا گیا۔ وکفیٰ باللہ وکیلا۔

پس ہم ماتم اس لئے کرتے ہیں کہ ہم محمدؐ کی اُمت ہونے کے دعویدار ہیں۔ اگر ان کے اہلبیتؑ کی مصیبتوں پر عزاداری سے منہ موڑیں گے تو شفاعت کرنے والا رسولؐ ہم سے منہ پھیر لے گا۔ علیٰ لعنۃ اللہ قوم الظالمین۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد علیہم السلام۔